(1126)
701/1126

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶-کے ماڈل ٹاؤن —— لاہور

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱ / ۲۳۹۳۱

لائبریری
قرآن اکیڈمی کراچی
7A/16/36

ماہنامہ
میثاق
لاہور

جلد ۳۴ | جولائی ۱۹۸۵ء مطابق شوال المکرم ۱۴۰۵ھ | شمارہ ۷

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِتعاون
۳۰ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : ۸۵۲۶۱۱

سب آفس : ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی

کراچی دفتر کا فون نمبر
۲۱۶۵۸۶

مشمولات

• عرضِ احوال ــــــــــــ ۲
اداره

• الہدیٰ (تیئسویں نشست) ــــ ۹
سورہ تغابن درس نمبر ۴
ڈاکٹر اسرار احمد

• رُوبرو ــــــــــــ ۱۹
پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ امیر تنظیم اسلامی کا انٹرویو

• اسلامی انقلاب ــــ ۲۷
(مراحل، مدارج اور لوازم)
ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کی دوسری قسط

• مسئلہ رجم (۳) ــــــــ ۷۵
مولانا سید حامد میاں

• خطوط و نکات ــــــــ ۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

جولائی ۸۵ء مطابق شوال المکرم ۱۴۰۵ھ کا شمارہ حاضرِ خدمت ہے۔ حسبِ سابق اس سال بھی امیرِ تنظیمِ اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ماہِ رمضان المبارک کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔ رمضان المبارک کے اس خاص پروگرام کی اجمالی رپورٹ ہمارے رفیقِ کار شیخ رحیم الدین صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں!

▪ ماہِ رمضان المبارک کو جو دوسرے تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآنِ حکیم نازل ہوا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ؛ اور اس مبارک مہینے کی راتوں میں قیام اللیل یا تراویح کا جو نظام قائم ہے یہ دراصل قرآن حکیم کے ساتھ تجدیدِ تعلق کا ایک پروگرام ہے۔ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے:

من صام رمضان ایمانًا و	جس نے روزے رکھے رمضان میں
احتسابًا غفر لہ ما تقدم	ایمان و احتساب کے ساتھ بخش دیئے
من ذنبہ و من قام رمضان	گئے اس کے تمام سابقہ گناہ۔ اور جس
ایمانا و احتسابا غفر لہ	نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں
ما تقدم من ذنبہ	ایمان و احتساب کے ساتھ بخش دیئے
	گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ

اس حدیث شریف کے پہلے حصہ پر تو عامۃ المسلمین عمل کرنے کی سعی و کوشش کرتے ہیں اور اس کے مناظر معاشرہ میں نظر بھی آنے لگتے ہیں۔ مگر اس حدیث کے دوسرے حصہ پر عمل قریباً متروک ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اگر ہے بھی تو محض جزوی یعنی رمضان کے دوران روزانہ پوری پوری رات قرآن کے ساتھ بسر کرنے کا تو کوئی تصور بھی اس دور میں لوگوں کے ذہنوں میں نہیں رہا تاہم قانونی کارروائی کی حد تک کہ پورے رمضان میں ایک بار قرآن حکیم تراویح میں سن لینے کا کسی قدر اہتمام کیا جاتا ہے اور پھر اس میں بھی اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ تراویح کم سے کم وقت

میں ختم ہو جائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حافظ صاحبان کو قرأت بھی تیزی سے کرنی پڑتی ہے۔ اور اکثر و بیشتر مقتدی حضرات تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن سے قطعاً بے خبر اور لاتعلق رہتے ہیں۔

قرآن حکیم کو کس طرح پڑھا جائے! اس کے متعلق وہ خود حکم دیتا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ٥ یعنی قرآن کی تلاوت واضح اور آہستہ آہستہ کیا کرو۔ تاکہ سامع یہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے ــــــ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ اپنے متعلق بتلاتا ہے کہ:

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ	(یہ قرآن) ایک کتاب مبارک ہے۔
لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ	جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے کہ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥	لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور
(سورہ ص)	سمجھ دار لوگ اس سے نصیحت پکڑیں

قرآن حکیم کتابِ مقدس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ حیاتِ انسانی کی پُرپیچ راہوں پر راہنمائی و دستگیری کے فرائض انجام دیتا ہے ــــــ اور یہ بدیہی بات ہے کہ اس سے اسی وقت راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے جبکہ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھا جائے۔

بحمد اللہ ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جنہوں نے اپنی پوری پوری زندگی اس کتاب کو سمجھنے، اس میں تدبر کرنے اور پھر سمجھانے میں گذار دی اور ان کی زندگی کا نصب العین ہی یہ تھا کہ کتاب اللہ کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اس کے احکامات بالقوۃ نافذ کئے جائیں ــــــ انہی خوش بخت اشخاص میں سے ایک امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے " دعوت رجوع الی القرآن " کو ایک تحریک کی شکل میں برپا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور ۱۹۶۵ء سے تاحال ملک کے طول و عرض میں موصوف کے دروسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے اور وہ کتاب و سنّت کی اساسات پر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔

اس بات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح ایک دفعہ لوگوں کے سامنے آ جائے، پچھلے سال رمضان المبارک میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دامت برکاتہم

نے تراویح میں اس بات کا اہتمام فرمایا کہ ہر چار رکعت میں پڑھی جانے والی آیات کا ترجمہ
مختصر تشریح بیان فرمائی۔ یہ تجربہ بہت کامیاب اور مفید رہا۔ اس سے سامعین کے سامنے
ایک دفعہ پورے قرآن حکیم کی تعلیمات اور اس کی دعوت آگئی۔ واضح رہے کہ اگست ۸۴ء کے میثاق
میں اس دورۂ ترجمۂ قرآن کی تفصیلات اور شرکاء کے تاثرات شائع کئے جاچکے ہیں جس سے اس
پروگرام کی افادیت کا ایک اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

گذشتہ سال کی افادیت اور لوگوں کے ذوق و شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سال بھی
قرآن اکیڈمی میں رمضان المبارک کے دوران نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کا اہتمام
کیا گیا۔ یہ رمضان المبارک مئی اور جون کے شدید ترین گرم موسم میں تھا۔ اس کے باوجود
قرآن حکیم سے محبت و شغف اور وابستگی رکھنے والے حضرات نے رمضان کے دوران دن میں
روزہ کی مشقت برداشت کی اور پھر راتیں اس کیفیت میں گذاریں کہ یا تو تراویح میں قرآن
مجید کی سماعت ہو رہی ہے اور یا پھر پورے توجہ و انہماک اور ذوق و شوق کے ساتھ قرآن کا
ترجمہ اس کے علوم و معارف اور احکامات کو کانوں کے راستے ذہن و قلب میں اتارا جارہا ہے۔
گویا پوری رات قرآن حکیم کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔

پروگرام کی تفصیل اس طرح سے تھی کہ نمازِ تراویح کی ہر چار رکعت سے قبل ان میں پڑھی
جانے والی آیات کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوتی
تھی ربط آیات کی جانب بھی اشارہ فرمادیتے تھے۔ اس طرح کل پانچ مرحلوں میں تراویح کا
پروگرام مکمل ہوتا تھا۔ ہر چار رکعت اور اس سے قبل ترجمے کے بیان میں قریباً ۵۰منٹ
صرف ہوتے تھے۔ اس طرح مجموعی طور پر قریباً ساڑھے چار گھنٹے میں یہ پروگرام مکمل ہوتا تھا۔
عشاء کی نماز ساڑھے نو بجے کھڑی ہوتی تھی۔ اور نمازِ تراویح اور وتروں سے فارغ ہوتے
ہوتے عام طور پر سوا دو بج جاتے تھے۔ اور چونکہ اس کے ساتھ سحری کا وقت شروع ہو جاتا
تھا۔ اس طرح یہ پروگرام پوری رات پر محیط ہوتا تھا۔

اس پروگرام میں جہاں سامعین نے پورے رمضان المبارک کے دوران روزانہ
شب بیداری کی مشقت برداشت کی وہاں سب سے بڑھ کر مشقت امیر تنظیم اسلامی کو
برداشت کرنا پڑی۔ پہلے عشرہ کے دوران ڈاکٹر صاحب مدظلہم کی طبیعت کافی ناساز رہی۔
صورت یہ تھی کہ مسلسل حرارت رہتی تھی لیکن محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے معمولات میں کوئی

فرق نہ آنے دیا۔ دن بھر دفتری اور انتظامی امور میں مشغول رہتے اور پھر رات کے پروگرام میں بھی سب سے بھاری ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔ چنانچہ ترجمہ و تشریح کے ضمن میں محترم ڈاکٹر صاحب کا بیان لگ بھگ ساڑھے تین گھنٹوں پر محیط ہوتا تھا۔ لیکن اس مردِ مومن نے اس تمام مشقت کو لوجہ اللہ برداشت کیا تاکہ لوگوں تک اس کا پیغام و احکامات پہنچا کر کسی درجے میں تبلیغ قرآن کی ذمہ داری ادا کی جا سکے۔ ہمیں اپنے رب کے حضور الحاح و زاری سے دعا کرنی چاہئیے کہ وہ امیرِ تنظیم کو درازیٔ عمر کے ساتھ صحت و تندرستی عطا فرمائیں تاکہ وہ دینِ اسلام کی مزید خدمات انجام دے سکیں ۔ (آمین)

نمازِ تراویح میں قرآن حکیم سنانے کی ذمہ داری حافظ رفیق صاحب کے سپرد کی گئی تھی۔ جو کہ قرآن اکیڈمی کے رفقاء (۱۹۸۸ء) میں شامل ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو حسنِ صوت سے نوازا ہے ۔ اور موصوف قرآن حکیم کو اس طرح صاف اور واضح پڑھتے ہیں کہ ایک ایک لفظ صاف اور سمجھ میں آتا ہے ـــــ ۱۴ ر رمضان المبارک کو حافظ رفیق صاحب کے والد کا بہاولپور میں انتقال ہو گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں تقریباً وسط رمضان میں بہاولپور جانا پڑا ۔ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ وہ مرحوم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں ۔ اور درجاتِ عالیہ سے نوازیں (آمین)

۱۴ ر رمضان المبارک بروز منگل سے تراویح میں قرآن پڑھنے کی ذمہ داری محترم عاکف سعید صاحب (جو کہ امیرِ تنظیم کے صاحبزادے اور میثاق کے رکن ادارۂ تحریر ہیں) نے سنبھالی۔ اور آپ نے بھی " وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا " کے حکم کے مدِّنظر رکھ کر اور صاف و واضح تلاوت فرمائی اور چونکہ شرکاء پروگرام پہلے سے ان آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ سن چکے ہوتے تھے ۔ اس لئے نماز میں شغف و دھیان لگا رہتا تھا۔ اور مقتدی حضرات جوں جوں قرآن سنتے جاتے اس کا مفہوم بھی ساتھ ساتھ ذہن و قلب میں اترتا جاتا تھا۔ اور اس سے جو کیف اور روحانی لذت حاصل ہوتی تھی غالباً شرکاء کے لئے تمام رات جاگ کر گزارنے کا سب سے بڑا محرک وہی تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں یقیناً خیر ہی کا فیصلہ فرماتا ہے اور بلاشبہ اس کے فیصلوں اور اس کی مشیت میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس کی مشیت ہی کا یہ مظہر تھا کہ ۱۵ ر رمضان المبارک کو، جبکہ حافظ عاکف سعید صاحب کو تراویح میں قرآن سناتے ہوئے ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ ان کے صاحبزادے "حسین عاکف" کا ناگہانی طور پر بجلی

کا کرنٹ لگنے سے انتقال ہوگیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) ۔ حسین عاکف کی عمر لگ بھگ دو برس تھی۔ بھائی عاکف نے اس موقع پہ بے انتہا صبر و استقامت سے کام لیا۔ قارئین سے گذارش ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عاکف سعید صاحب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ (آمین) ـــــ چونکہ بچّے کا انتقال افطار سے آدھ گھنٹہ قبل ہوا تھا اور تدفین رات ہی کو عمل میں لائی تھی اس لئے ۱۵ ر رمضان المبارک کو تراویح میں دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام نہ ہوسکا بلکہ صرف بیس رکعت تراویح پڑھ کر نماز جنازہ گیارہ بجے رات ادا کی گئی اور پھر تدفین عمل میں آئی۔ اور پھر ۱۶ ر رمضان المبارک یعنی دوسرے ہی دن سے حسبِ سابق دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام شروع ہوگیا اور عاکف سعید صاحب ہی نے آخر تک تراویح میں قرآن حکیم سنانے کی ذمہ داری کو نبھایا۔

۲۸ ر رمضان المبارک بروز منگل دورۂ ترجمۂ قرآن کے شرکاء کو تنظیم اسلامی شرقی کی جانب سے افطار پہ مدعو کیا گیا تھا۔ شرکاء میں سے قریباً ۷۰، ۸۰ افراد نے شرکت کی عصر سے مغرب تک ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب اور عبدالرزاق صاحب نے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کی۔ بعد ازاں ۱۳ شرکاء نے امیرِ تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر بیعتِ سمع و طاعت کرتے ہوئے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو صبر و استقامت عطا فرمائیں اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین یارب العالمین)

اس سال رمضان المبارک میں جو دورۂ ترجمۂ قرآن ہوا اس کی ریکارڈنگ کا خصوصی انتظام کیا گیا اور محمد احمد صاحب نے انتہائی جانفشانی اور اہتمام سے اس پورے ترجمۂ قرآن کو ۶۰ - C کے ۸۳ کیسٹس میں ریکارڈ کیا ہے اور اب یہ مکمل سیٹ ریکارڈنگ کے مراحل سے گزر کر آچکے ہیں اور ادارہ نشر القرآن، ۳۶ کے ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور سے حاصل کئے جا سکتے ہیں ۔ یہ ترجمۂ قرآن دو طرح کے کیسٹس پر ریکارڈ کیا گیا ہے ۔ جاپانی کیسٹوں پر مبنی سیٹ کی قیمت ۔/۲۰۰۰ روپے اور پاکستانی کیسٹوں والے سیٹ کی قیمت ۔/۱۳۰۰ روپے معیّن کی گئی ہے۔ دورۂ ترجمۂ قرآن کے اس سیٹ کے ذریعے جہاں قرآن حکیم کا ایک سہل اور رواں ترجمہ سامع کے سامنے آتا ہے وہاں قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کے مابین جو ربط ہے وہ بھی پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے ـــ تعلیم و تعلم قرآن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے بلاشبہ یہ ایک قیمتی اور مفید متاع ہے ۔ اس سیٹ

کے حصول کے خواہشمند حضرات پیشگی مطلع فرمائیں۔ تاکہ آرڈر کے مطابق سیٹ تیار کرائے جاسکیں۔
رفقائے تنظیم سے گذارش ہے کہ وہ اس دورۂ ترجمۂ قرآن کے کیسٹس کو زیادہ سے زیادہ عوام الناس میں متعارف کرائیں تاکہ پورے ملک میں "دعوت رجوع الی القرآن" کی تحریک آگے بڑھے۔ اور لوگ قرآن حکیم کی تعلیمات واحکامات سے متعارف ہوسکیں۔ رفقائے کرام کی یہ کوشش ان شاء اللہ اسلامی انقلاب کے لئے ایک سنگِ میل ثابت ہو گی۔

پاکستان ٹیلیویژن کے ایک مستقل پروگرام "رُو برو" کے میزبان جناب انور حسین صاحب کی کچھ عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ امیرِ تنظیم کو اس پروگرام میں بطور مہمانِ خصوصی مدعو کیا جائے۔ اس ضمن میں انہوں نے متعدد بار امیرِ تنظیم سے فون پر رابطہ کیا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر محترم ڈاکٹر صاحب متردد رہے اور شرکت سے معذوری ظاہر کرتے رہے۔ لیکن جب ان کے اصرار نے زور پکڑا تو بالآخر محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے قریبی احباب کے مشورے کے بعد ان کی دعوت کو قبول کرلیا۔
اور پروگرام ریکارڈ کروایا جو ۲۸ مئی ۱۹۸۵ء شام چھ بجے پاکستان ٹیلیویژن نے قومی نشریاتی رابطہ پر تمام اسٹیشنوں سے ٹیلی کاسٹ کیا اور لاکھوں افراد نے اسے دیکھا۔ اس پروگرام میں امیرِ تنظیم نے سوالات کے جوابات میں تنظیم اسلامی کی دعوت واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ اس پروگرام کو کیسٹ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے قارئین میثاق کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔ اسی طرح امیرِ تنظیم کا ایک اہم خطاب "اسلامی انقلاب کے مراحل" کے عنوان سے گذشتہ ماہ شائع ہوا تھا۔ اس کی اگلی قسط شاملِ اشاعت ہے۔ یہ مضمون انتہائی اہم نکات پر مشتمل ہے۔ اس لئے قارئین سے گذارش ہے کہ وہ توجہ اور انہماک سے مطالعہ فرمائیں اور ربط کے لئے اگر پچھلی قسط کو دوبارہ پڑھا لیا جائے تو اور بھی مناسب رہے گا۔

عام طور پر ہمارے یہاں

توحید علمی و نظری یعنی توحید فی العقیدہ

پر تو بہت زور دیا جاتا ہے، لیکن

توحیدِ عملی

پر کما حقہٗ توجہ نہیں دی جاتی

ڈاکٹر اسرار احمد

پر اللہ تعالیٰ نے سُورۂ زُمر تا سُورہ شوریٰ پر تدبّر کے دوران

توحیدِ عملی کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں

یعنی : اخلاص فی العبادت اور اقامتِ دین کی فرضیت

کو خوب منکشف بھی فرمایا اور بیان کی توفیق بھی مرحمت فرمائی ، اور

شیخ جمیل الرحمٰن کی محنت نے ان خطابات کو کتابی صُورت دیدی

سائز ۱۸ × ۲۲/۸ ○ صفحات ۱۹۲ ○ عمدہ سفید کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ہدیہ : ۱۵ روپے ۔ علاوہ محصُول ڈاک

مکتبہ تنظیم اسلامی : ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور ۱۴

الہدیٰ

تیئسویں نشست

ایمان اور اس کے ثمرات

سورۃ تغابن کی روشنی میں

(مباحث ایمان)

ڈاکٹر اسرار احمد

کے ٹیلی ویژن کے دروس قرآنی کا سلسلہ

(۴)

السلام علیکم! نحمدہ ونصلی علی رسوله الکریم ــــــ اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

صدق اللہ العظیم

پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا بھی تمہارے امکان میں ہو اور جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو کوئی اپنے جی کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی ہے جو آخری منزلِ مراد تک پہنچ سکے گا۔ اگر تم اللہ کو قرض

حسنہ دو تو وہ اسے تمہارے لئے دگنا کرتا رہے گا اور تمہاری بخشش فرمائے گا ——
اور اللہ قدر دان بھی ہے اور نہایت علم والا بھی، نہایت بردبار بھی، وہ چھپے اور کھلے
سب کا جاننے والا ہے، زبردست ہے کمالِ حکمت والا ہے"

محترم حاضرین اور معزز ناظرین!

یہ سورہ تغابن کی آخری تین آیات ہیں، آیات ۱۶ تا ۱۸۔ اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، ان میں ایمان کے مقتضیات یا ایمان کے مطالبات کو ادا کرنے کی زوردار دعوت اور ترغیب ہے —— جیسے اس سورہ مبارکہ کے پہلے رکوع میں سات آیات میں ایمانیاتِ ثلاثہ کا بیان تھا اور پھر کلمہ فا سے آخری آیت شروع ہوئی تھی: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ "پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر" اسی طرح دوسرے رکوع کی پہلی پانچ آیات میں ایمان کے ثمرات و نتائج کا بیان ہے اور اب جو چھٹی آیت ہے وہ پھر کلمہ فا سے شروع ہو رہی ہے: فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ جب یہ بات تم پر واضح ہو گئی کہ ایمان کے تقاضے یہ ہیں، ایمان کے مطالبے یہ ہیں، ایمان کے ثمرات یہ ہیں، ایمان کے نتیجے میں یہ تغیر تمہاری سوچ میں، تمہارے نقطہ نظر میں، تمہارے زاویہ نگاہ میں پیدا ہو جانا چاہیے۔ تمہاری عملی زندگی اور تمہارے عملی رویے میں یہ تبدیلی آجانی چاہیے۔ تو اب انتظار کس بات کا ہے! تاخیر کس لئے ہے! بسم اللہ کرو اور ان مقتضیات و مطالبات کو پورا کرو۔

اب دیکھئے یہاں ایک نہایت حسین ربط ہے۔ ایمان میں اولین ایمان ہے ایمان باللہ۔ لہٰذا یہاں ایمان کے تقاضوں کو ادا کرنے کی دعوت شروع ہوئی اس بات سے کہ: فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ ایمان باللہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے اور تقوے بھی تھوڑا بہت نہیں بلکہ اپنی حدِ استطاعت تک، اپنی امکانی حد تک، اپنے مقدور بھر ——
یہاں ذرا یہ بات سمجھ لیجئے کہ تقویٰ کا ترجمہ عام طور پر لفظ 'خوف' یا 'ڈر' سے کر دیا جاتا ہے۔ یہ تقویٰ کے مفہوم و معنی کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ ڈر یا خوف ایک تو ہوتا ہے کسی خطرناک، خوفناک اور ڈراؤنی شے کا، اور ایک خوف اور ایک ڈر وہ ہوتا ہے جس میں محبت کی آمیزش اور چاشنی ہوتی ہے، محبت بھرا خوف۔ یہ ہو گی تقویٰ کی بڑی حد تک صحیح ترجمانی۔ بغرضِ تفہیم مثال دیتا ہوں کہ جیسے آپ کو اپنے والد سے محبت ہے اور آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے والد آپ سے ناراض ہوں چنانچہ آپ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو آپ کے والد کو ناپسند ہے۔ آپ کو شعور ہے کہ آپ نے

اپنے والد کی ناپسندیدہ کوئی حرکت کی، کوئی عمل کیا تو وہ آپ سے خفا ہو جائیں گے، ناراض ہو جائیں گے، لہذا آپ والد کی ناراضگی کے خوف سے ان کے ناپسندیدہ کاموں کے ارتکاب سے احتراز کرتے ہیں۔ اجتناب برتتے ہیں۔ آپ کی یہ جو کیفیت ہے، یہ محبت بھرا خوف ہے، اس کو ہم تقویٰ سے تعبیر کریں گے،

اللہ کا تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہو۔ اس کے قلب اور اس کے ذہن پر ہر وقت یہ بات مستولی رہے کہ میری کسی حرکت سے میرا خالق، میرا مولیٰ، میرا مالک، مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ اسے ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے کہ میں کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھوں جو میرے آقا میرے پروردگار کو پسند نہ ہو۔ وہ اس احتیاط کو ہر دم ملحوظ رکھے کہ میری زبان سے کوئی ایسا لفظ کسی وقت نہ نکل جائے جو میرے رب کو پسند نہ ہو۔ یہ کیفیت، یہ طرز عمل، یہ رویہ، یہ سوچ، یہ انداز فکر جو ہے یہی درحقیقت تقویٰ ہے، سورہ آل عمران میں ایک جگہ اس تقوے کے ضمن میں یہ شدید تاکید آئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ۔ "اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے" اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے ہی مضطرب اور پریشان ہو گئے کہ اللہ کا اتنا تقویٰ جتنا کہ اس کا حق ہے کون اختیار کر سکتا ہے! جیسے اللہ تعالیٰ کی اتنی معرفت جتنی کہ اللہ کی معرفت کا حق ہے اس تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ "اے اللہ! ہم تیری بندگی نہ کر پائے جیسا کہ تیری بندگی کا حق ہے اور ہم تجھے نہ پہچان پائے جیسے کہ تجھے پہچاننے کا حق تھا" یہی معاملہ تقویٰ کا ہے، اللہ کا اتنا تقویٰ جتنا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے، یہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اسے اختیار کر سکے اس کا کم سے کم تقاضا یہ ہوگا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی یاد سے دل غافل نہ ہو، ہم شعوری طور پر چوکس رہیں کہ ہمارے اعضاء و جوارح سے کہیں اور کبھی کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو، سرزد نہ ہو جو اللہ کے کسی قانون کے خلاف ہو۔ لہذا جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ کو تسکین حاصل ہوئی کہ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ "اپنی حد امکان اور اپنی حد استطاعت تک اللہ کا تقویٰ اختیار کرو" اگرچہ یہی بات سورہ بقرہ میں قاعدہ کلیہ کے طور پر آ چکی ہے کہ: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا "اللہ کسی نفس کو مکلف نہیں ٹھہراتا مگر اس کی وسعت کے مطابق" یہی

اصول سورہ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ نے جمع متکلم کے صیغے میں ارشاد فرمایا: وَلَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. لیکن چونکہ سورہ آلِ عمران میں بظاہر الفاظ اللہ کے تقویٰ کا حق ادا کرنے کا حکم تھا لہٰذا صحابہ کرامؓ مضطرب ہوگئے اور اس آیت کے اس حصے سے ان کو اطمینان حاصل ہوا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ. حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب یہ مسئلہ پیش کیا کہ تقویٰ کی جامع ومانع تعریف ومفہوم کیا ہے؟ یعنی اس لفظ کی کیا ہے؟ تو حضرت ابی ابن کعبؓ نے اس کی جو وضاحت فرمائی اس کا مفہوم یہ ہے۔

امیر المؤمنین! جب کسی شخص کو جنگل کی ایسی پگڈنڈی سے گزرنے کا اتفاق ہو جس کے دونوں اطراف میں خاردار جھاڑیاں ہوں تو ایسی پگڈنڈی پر گزرتے وقت وہ شخص لامحالہ اپنے کپڑوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر اس راستے کو اس طرح طے کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سنبھل سنبھل کر اور پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے تاکہ اس کے کپڑے جھاڑیوں اور ان کے کانٹوں سے الجھنے نہ پائیں۔ اس احتیاطی رویے کو عربی میں تقویٰ کہتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تعریف ومفہوم (DEFINITION) کی تصویب وتوثیق فرمائی اور حضرت ابی ابن کعبؓ کو داد دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں ہم جو زندگی بسر کر رہے ہیں یہ بھی ایک سفر ہے، اور اس دنیا میں ہر چہار طرف جھاڑیاں ہیں ——— خاردار جھاڑیاں گناہوں کی، معصیت کی، شہوات ولذات کی۔ ہر قدم پر گناہوں کی ترغیبات ہیں — معصیت کی تحریصات ہیں۔ الغرض طرح طرح کی TEMPTATIONS ہیں۔ اثم وعدوان کی دعوت کی ان جھاڑیوں سے بچ بچ کر نکلنا، اپنے دامن کو ان میں الجھنے نہ دینا۔ اگر انسان اپنے اس دنیوی سفر کو اس طرح طے کر جائے کہ اسکے دامن پر معصیت کا کوئی داغ دھبہ نہ پڑے تو یہ ہے تقویٰ۔

یہاں پہلی بات تو یہ فرمائی، فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ. دوسری بات فرمائی: وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا "سنو اور اطاعت کرو" اس کا تعلق اصولاً تو ایمان باللہ سے ہے لیکن عملاً اس کا تعلق ایمان بالرسالت سے ہے، اس لئے کہ مطاعِ حقیقی تو اللہ ہے، مگر اللہ کا نمائندہ بن کر آتا ہے رسول: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ "جس نے رسول کی اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: وَمَآ اَرْسَلْنَا

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔" رسول کی یہ اطاعت اصلاً مطلوب ہے سمع و طاعت کی شان کے ساتھ کہ سنو اور اطاعت کرو۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ ایک اطاعت وہ ہوتی ہے جو آپ کے فہم، آپ کی سمجھ اور آپ کی پسند پر منحصر ہے، کوئی حکم اگر آپ کی سمجھ میں آگیا یا آپ کو پسند آگیا تو آپ نے اطاعت کر لی اور اگر وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا یا آپ کو اچھا نہ لگا تو آپ نے اطاعت نہیں کی۔ تو یہ اطاعت اس ہستی کی نہیں ہے جو حکم دے رہا ہے، یہ تو اس کی عدم اطاعت ہے۔ یہ تو اپنی روح اور عمل کے اعتبار سے اپنی عقل کی اطاعت ہے، اپنے دل کی اطاعت ہے، اپنے جی کی اطاعت ہے، اپنی پسند کی اطاعت ہے۔ اطاعت تو وہی ہے کہ جو بھی حکم ملے اس پر سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ سمع و طاعت کی یہ ہے وہ شان جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کہی گئی۔ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا "سنو اور اطاعت کرو۔" جو حکم سمجھ میں آجائے اس کی بھی اطاعت کرو اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کی بھی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ رسول اللہ کی طرف سے حکم دے رہا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

رسول کے احکام اس کی خواہشات پر مبنی نہیں ہیں۔ وہ اس کے ذہن کی پیداوار نہیں ہیں۔ رسول تو وہ احکام پہنچا رہا ہے، وہ باتیں پہنچا رہا ہے جن کی اس پر اللہ کی طرف سے اس پر وحی ہوتی ہے۔ تمہارا ذہن، تمہارا فکر، تمہاری سوچ محدود ہے، ضروری نہیں ہے کہ ہر حکم کی علت تمہاری سمجھ میں آجائے، ہر حکم کی مصلحت و غایت تمہاری سوچ کی گرفت میں آسکے۔ لہذا اللہ اور اس کے رسول کی جو اطاعت ہوگی وہ سمع و طاعت کی شان کے ساتھ ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی" ساتھ ہی ارشاد فرمایا ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی "اور جس نے میرے مقرر کردہ کسی امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی" تو یہ سلسلہ اطاعت ہے جس کی

بجاآوری ہر بندۂ مومن پر فرض، لازم اور واجب ہے۔

زیرِ مطالعہ آیت میں ایمان کے تقاضوں کو ادا کرنے کیلئے زوردار ترغیب کے ضمن میں ہمارے سامنے پہلی بات آئی: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ اور دوسری بات یہ آئی: وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا۔ اب اس آیت کی تیسری اور آخری بات کا تعلق ایمان بالآخرت سے ہے۔ ارشاد فرمایا: وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ "اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں، وہ اللہ کی راہ میں، تمہاری جانوں کے لئے اسی میں خیر ہے، بھلائی ہے" اللہ کی راہ میں یہ دینا، غربا، فقراء، مساکین اور یتامیٰ کے لئے بھی ہے اور یہی خرچ کرنا اللہ کے دین کے لئے بھی مطلوب ہے۔ اس کے دین کے پیغام کو پھیلانے کے لئے، اس کی نشر و اشاعت کے لئے، اس کی تبلیغ و دعوت کے لئے، اس کے دین کو دنیا میں قائم کرنے کی جد و جہد کے جو مالی تقاضے ہیں ان کو ادا کرنے کیلئے، یہ ہے اللہ کے لئے انفاق۔ آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایمان بالآخرت سے اس کا بڑا لطیف تعلق ہے۔ اگر کسی کو آخرت پر یقین ہے تو وہ جو مال اللہ کے لئے صرف کر دے گا خرچ کر دے گا، اس کے بارے میں اسے یہ اطمینان ہوگا کہ یہ مال محفوظ ہو گیا، یہ آخرت کے لئے اللہ کے بنک میں جمع ہو گیا۔ اگر مال اللہ کے پاس جمع کیا گیا ہے تو موت جب آئے گی تو علامہ اقبال کے اس شعر کا نقشہ سامنے ہوگا ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم — چوں مرگ آید تبسم برلب اوست!

مردِ مومن کی نشانی یہی ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے، اس لئے کہ اُسے معلوم ہے کہ میں نے اپنی توانائیوں، اپنی قوتوں اور اپنے مال و دولت کا بہت بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کے بنک میں جمع کرا رکھا ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں جہاں میری بچت میری کمائی اور میری توانائیوں کا حاصل جمع ہے۔ اناجیل اربعہ کے نام سے اس وقت جو کتب موجود ہیں ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک بڑا پیارا قول ملتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنجنابؑ نے اپنے متبعین سے فرمایا: "اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو جہاں اسے کیڑا خراب کرتا ہے اور ڈاکے کا بھی خوف ہے۔ آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ ڈاکے کا اندیشہ ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں، جہاں تمہارا مال ہوگا وہیں تمہارا دل ہوگا" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک واقعہ بڑا عجیب اور پیارا ہے، انؓ کے یہاں ایک بکری ذبح ہوئی۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت مرغوب تھا تو اس میں سے ایک دستی بچا

کر رکھ لی گئی اور باقی سارا گوشت تقسیم کر دیا گیا۔ نبی اکرمؐ جب تشریف لائے تو آپ نے دریافت کیا: مابقی منہا۔ اس بکری میں سے کیا بچا؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا: مابقی منہا الا کتفہا۔ اس میں سے کچھ نہیں بچا بس ایک دستی بچی ہے ایک شانہ بچا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ ہے حضورؐ کا بڑا فطری طریق تزکیہ و تربیت اور طریق تعلیم جو برمحل اور برموقع ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: بقیت کلہا الا کتفہا۔ پوری بکری بچ گئی ہے سوائے اس دستی یا شانے کے جو ہم کھالیں گے۔ جو ہم کھالیتے ہیں۔ وہ تو CONSUME ہو گیا، ختم ہو گیا۔ اور جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا وہ باقی ہے۔ بچت وہ ہے۔ ایمان بالآخرت کے نتیجے میں انفاق کے نقطۂ نظر میں یہ تبدیلی آجانی چاہیئے کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا وہ اصل بچت ہے۔ جو ہم نے کھایا، پہنا، استعمال کیا اور ختم کر دیا وہ CONSUMPTION ہے۔ ارشاد فرمایا: وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ "اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

آگے چلئے۔ فرمایا اور جان لو کہ اگر مال کی محبت تمہارے دل میں رہی اور وہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتی رہی تو یہ شُحّ ہے۔ بخل ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ۔ جو اس شح سے، اس بخل سے، بچا لیا گیا۔ یعنی جس کا یہ کھل گیا۔ جب ہی گاڑی آگے چل سکے گی۔ آیت کا اختتام ہوتا ہے: فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ فلاح کہتے ہیں کسی کے منزل مراد پر پہنچ جانے کو۔ تو یہاں واضح فرما دیا گیا کہ جو اس شح نفس سے، مال کی محبت سے، بخل سے بچا لیا گیا وہی ان لوگوں میں شامل ہوگا جو آخری منزلِ مراد تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔

اب دیکھئے یہاں انفاق پر مزید زور دیا جا رہا ہے۔ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا: اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اگر تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔ یہ انفاق ہے یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قدر افزائی کے لئے اسے اپنے ذمہ قرض سے تعبیر فرماتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ ہی کا ہے: لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ لیکن یہ ہماری حوصلہ افزائی اور قدر افزائی ہے کہ وہ اپنی راہ میں ہمارے انفاق کو اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے۔ دنیا کا قرض حسنہ تو وہ ہے جس میں صرف رأس المال واپس آتا ہے۔ کوئی اضافہ نہ ہو، اضافہ ہوا تو وہ سود ہو جائے گا

لیکن اللہ کو جو قرض حسنہ دیا گیا ہے اسے وہ بڑھائے گا۔ اس میں اضافہ فرمائے گا اور مزید یہ کہ اس کی برکت سے تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک جوڑا آیا ہے۔ اس میں بڑا معنوی ربط ہے۔ فرمایا: وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ یہ صفات کی شکل میں اسم نکرہ ہے۔ اسے صفت مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ قدردان بھی ہے اور بردبار بھی ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں دیتے ہو، صرف کرتے ہو، خرچ کرتے ہو تو وہ قدر دان ہے، قدر افزائی فرمانے والا ہے۔ نہیں دیتے ہو، بخل برتتے ہو، اللہ کا مال اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے کنی کتراتے ہو تو بھی وہ فوراً گرفت نہیں فرماتا۔ وہ بڑا بردبار اور حلیم ہے۔ تمہیں چھوٹ دے رہا ہے، پھر بھی تمہیں کھانے کو دے رہا ہے۔ تمہارے لئے رزق کا دسترخوان پھر بھی اس نے بچھایا ہوا ہے۔

آخری آیت کے آخر میں دوسرا جوڑا اسمائے حسنیٰ کی صورت میں العزیز الحکیم آیا ہے۔ وہ زبردست ہے، غالب ہے، جو چاہے کرے اس کے اختیارات پر کوئی تحدید نہیں ہے، کوئی Limitation نہیں ہے۔ لیکن وہ الحکیم بھی ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا کوئی فعل الل ٹپ نہیں ہے At random نہیں ہے۔ بغیر حکمت و مصلحت نہیں ہے۔ ایک طرف اختیارِ مطلق ہے العزیز۔ ایک طرف حکمتِ کاملہ ہے الحکیم۔ اور اسماء و صفات کے جوڑوں: شکورٌ حلیمٌ اور العزیزُ الحکیم کے درمیان اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا بیان پھر تیسری مرتبہ آگیا: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ وہ غیب و حاضر چھپے اور کھلے سب کا جاننے والا ہے۔ کوئی چیز اس کے علم کامل سے پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یہ سورہ مبارکہ اس آیت پر ختم ہوتی ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

بحمد اللہ اس سورہ مبارکہ کا مطالعہ چار نشستوں میں مکمل ہوا۔ محدود وقت کے پیش نظر نہایت اختصار کے ساتھ اس عظیم و جامع سورۃ کے مضامین اشارات کی شکل میں بیان ہو سکے ہیں۔ ابتداء ہی میں، میں نے عرض کیا تھا کہ ایمان اور اس کے ثمرات کے موضوع پر میرے محدود مطالعے کی حد تک یہ سورہ نہایت جامع ہے۔ اس میں ایمان اور اس کے اجزائے ثلاثہ کی تفصیل بھی آگئی۔ ان کو تسلیم کرنے کی زوردار دعوت بھی آگئی، پھر اس ایمان کے نتیجے میں انسان کے نقطۂ نظر طرزِ فکر اور زاویۂ نگاہ میں جو تبدیلیاں آنی چاہئیں اور اس کی عملی روش، طرزِ عمل اور معاملات دنیوی میں جو تغیرات اور انقلاب آنا چاہیئے، اس کا بیان بھی ہوگیا۔ اس سورہ مبارکہ کے دوسرے

رکوع میں وہ کسوٹی بھی ہمارے سامنے رکھ دی گئی جس پر ہم میں سے ہر فرد اپنے ایمان کو پرکھ کر دیکھ سکتا ہے کہ دل میں واقعتہً ایمان حقیقی موجود ہے یا نہیں! اگر ہے تو اس کی کیفیت کیا ہے! اس سورہ مبارکہ میں ایمانِ حقیقی کے جو تقاضے اور مطالبے ہمارے سامنے آتے ہیں، اللہ تعالےٰ انھیں پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرماتے۔ بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم، ونفعنى واياكم بالأيت والذكر الحكيم.

اب آج کے درس کے ضمن میں کوئی وضاحت مطلوب ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال وجواب

سوال: ڈاکٹر صاحب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی استطاعت کی حد تک اس سے ڈرو، جب کہ ہر انسان اپنی استطاعت کا پیمانہ مختلف رکھتا ہے تو پھر استطاعت کا کون سا پیمانہ استعمال کیا جائے گا؟

جواب: اچھا سوال ہے۔ ہر شخص کی اپنی ایک استطاعت ہے اور جیسا کہ میں نے سورۂ بقرہ کے الفاظ مبارکہ کے حوالے سے کہا تھا کہ: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ جب انسان سے حساب لے گا تو اس کی استطاعت کے مطابق لے گا۔ اللہ کا علم کامل ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کس میں کتنی استطاعت رکھی ہے، کتنی وسعت رکھی ہے، وہ اسی کے مطابق محاسبہ فرمائے گا۔ البتہ اس میں ایک مغالطہ ہم عملی طور پر خود اپنے آپ کو دیتے ہیں۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ جب دین کی بات ہوگی، خیر کی بات ہوگی، تبلیغ و دعوت کی بات ہوگی، دین کے عملی تقاضے ادا کرنے کی بات ہوگی تو ہم کہیں گے ہم میں اس کی استطاعت و استعداد نہیں ہے جب کہ دنیا کے معاملات میں ہماری جولانیاں، ہماری توانائیاں، ہماری تگ و دو پورے طور پر سامنے آرہی ہوتی ہے۔ یہ اصل میں ایک دھوکہ ہے جو انسان اپنے آپ کو دیتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر ایک شخص دنیا میں پھل پھول رہا ہے، بڑھ رہا ہے، دوسروں سے آگے نکل گیا ہے تو یہ استطاعت کے بغیر تو ممکن نہیں ہے! اس میں صلاحیت ہے، وسعت عمل ہے، جذبۂ محنت و مسابقت ہے جب ہی وہ آگے نکلا ہے۔ اس پہلو سے یہ جو وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے اور ہم دین کے معاملے میں اپنے آپ کو بری کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم میں استطاعت نہیں ہے ہم میں صلاحیت نہیں ہے تو یہ بڑا دھوکہ ہے۔ صحیح روش اور درست رویہ کیا ہوگا! یہ کہ دین کے اور خیر کے کاموں

میں آگے بڑھنے کی شعوری طور پر امکان بھر کوشش کی جاتے۔ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رہے۔ کوئی تساہل نہ ہو، دین کے کاموں سے فراریت نہ ہو۔ ظاہر بات ہے انسان آگے اتنا ہی بڑھ سکے گا جتنی اللہ نے اس میں وسعت و استطاعت رکھی ہے۔ انسان جب تک اس کے لئے شعوری طور پر اور عزم مصمم کے ساتھ کوشش نہیں کرے گا یہ ظاہر نہیں ہو سکے گا کہ اس میں وسعت و استطاعت اور صلاحیت و استعداد کتنی ہے۔ البتہ رہا محاسبہ اخروی! تو وہ یقیناً ہر شخص کی وسعت و استطاعت کی بنیاد پر ہوگا اور اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے علم کامل میں موجود ہے اور اسی کے مطابق وہ فیصلہ فرمائے گا کہ کس شخص نے اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق دین کے مقتضیات و مطالبات پورے کرنے کی کس حد تک اور کس قدر محنت و کوشش کی ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! اس سورہ مبارکہ میں آیا ہے کہ تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو تو وہ اس کو بڑھاتا چلا جاتے گا تو قرض حسنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصل میں انفاق فی سبیل اللہ ہی کو قرض حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ ہم خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کے لئے صرف کرتے ہیں تاکہ اللہ راضی ہو جائے، اسی کو یہاں قرض حسنہ فرمایا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کی دو مدیں ہیں۔ ایک مد ہے اللہ کی مخلوق میں جو محتاج ہیں، غربا ہیں، فقراء ہیں، یتامیٰ ہیں، مساکین ہیں، بیوائیں ہیں۔ وہ افراد ہیں جو معاشی جدوجہد میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ جنہیں تعاون اور مدد کی ضرورت ہے۔ ان پر صرف کرنا تاکہ اللہ راضی ہو جائے۔ دوسری مد ہے اللہ کے دین کی نصرت کے لئے خرچ کرنا۔ اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کے لئے صرف کرنا، اللہ کے پیغام کی تبلیغ و دعوت کے لئے مالی تعاون کرنا۔ اقامت دین اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی جو ضروریات ہیں، ان کو فراہم کرنے کے لئے اپنا مال، اپنی دولت خرچ کرنا —— اس ضمن میں جو بندۂ مومن جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اللہ اسے اپنے ذمہ قرض سے تعبیر فرماتا ہے اور اس میں درحقیقت ہماری حوصلہ افزائی ہے، اگرچہ مالک حقیقی وہی ہے۔ وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اسی کے ہیں"۔ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "آسمانوں اور زمین کی ساری میراث اللہ ہی کی ہے"۔ یہ دونوں آیات میں دورانِ مطالعہ آپ کو سنا چکا ہوں۔ لیکن اس نے جو مال ہماری تحویل میں دیا

بقیہ ص ۹۲

رُوبرُو

> ٹیلیویژن کے پروگرام "روبرو" میں ۲۸ مئی بروز سہ شنبہ شام چھ بجے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا وہ انٹرویو نشر کیا گیا جو ۱۳ اپریل کو ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ اس انٹرویو کو کیسٹ سے قریباً من وعن منتقل کر کے افادۂ عام کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ البتہ گفتگو میں ربط قائم کرنے اور مفہوم واضح کرنے کے لئے چند الفاظ قوسین میں دیئے گئے ہیں۔ (ادارہ)

شرکائے مجلس

——— میزبان: جناب انور حسین صاحب

——— مہمان خصوصی: جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

——— انٹرویو پینل کے اراکین:

(i) جناب ارشاد احمد حقانی صاحب (مشہور صحافی متعلق روزنامہ "جنگ")

(ii) جناب محمد صلاح الدین صاحب (مدیر ہفت روزہ "تکبیر" کراچی)

(iii) مولانا محمد متین ہاشمی صاحب (انچارج ریسرچ سیل' دیال سنگھ لائبریری)

انور حسین صاحب: السلام علیکم ناظرین! آج ہم نے "روبرو" کے لیے جس شخصیت کو مدعو کیا ہے وہ ملک کے نامور مذہبی سکالر ہیں "ڈاکٹر اسرار احمد"۔ اراکین کے پینل کے معزز اراکین جنہیں ہم نے مدعو کیا ہے وہ ہیں (i) ارشاد احمد حقانی صاحب، ممتاز صحافی اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے سابق رفیق کار[1] اگر ڈاکٹر صاحب کو ہمارے اس کہنے پر اعتراض نہ ہو، — (ii) محمد صلاح الدین صاحب' ہفت روزہ "تکبیر" کراچی کے مدیر اور (iii) مولانا محمد متین ہاشمی صاحب جو ایک محقق اور معروف استاذ ہیں۔ سوالات کی پیشگی اطلاع ہم نے معزز مہمان کو نہیں دی ہے — خاص طور پر میں یہ درخواست کروں گا معزز مہمان سے اور

[1] مراد یہ ہے کہ اوائل ۱۹۵۷ء تک دونوں حضرات "جماعت اسلامی" کے رکن رہے ہیں (مرتب)

پینل کے اراکین سے بھی کہ سوالات اور جوابات بہت مختصر ہوں اس لئے کہ وقت بہت محدود ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں جناب ارشاد احمد حقانی صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اپنے سوال سے گفتگو کا آغاز فرمائیں۔

ارشاد احمد حقانی صاحب: ڈاکٹر صاحب! جہاں تک مجھے علم ہے آپ نے اپنی پبلک لائف یا دینی اور سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ایک طلبہ تنظیم سے کیا تھا پھر آپ ایک دینی اور سیاسی جماعت میں شامل ہو گئے جسے آپنے کچھ عرصہ بعد چھوڑ دیا۔ کوئی تین ساڑھے تین سال قبل آپ حکومت کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے رکن بھی بنے جس کا مقصد بھی نفاذِ اسلام کے عمل میں مشورہ دینا ہی بیان کیا گیا تھا لیکن آپ نے اس کی رکنیت بھی کچھ عرصہ بعد ترک کر دی اس وقت آپ دو تنظیموں کے بانی اور سربراہ ہیں پہلے آپ نے انجمن خدام القرآن قائم کی جس کا مقصد رجوع الی القرآن تھا پھر غالباً کوئی دو اڑھائی سال کے بعد آپنے تنظیم اسلامی قائم کی اور اس کا مقصد بھی انقلابِ اسلامی بیان کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے اس ذہنی سفر کو کس طرح دیکھتے ہیں اور آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی تنظیم اسلامی کی مابہ الامتیاز خصوصیت کیا ہے؟ جس نے آپ کی نظر میں اس کا جواز فراہم کیا ہے اور کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ پہلی کوششیں ناکام ہوئیں اور اب آپ اس (یعنی تنظیم اسلامی) کے ذریعے بہتر طور پر اپنے مقصد کے لئے کام کر سکتے ہیں؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب: جی ہاں میرا یہ خیال ہے کہ میرا یہ سارا سفر جو آپ نے TRACE کیا ہے تاریخی اعتبار سے آپ نے اس کا بہت ہی صحیح جائزہ پیش کیا ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ (تمام جد وجہد) بالکل ایک خطِ مستقیم میں ہے۔ میرے ذہن پر اوّلین اثرات جو بالکل بچپن میں ہوتے تھے وہ علامہ اقبال کی ملی شاعری کے تھے انہیں ایک اُمید افزا پیغام تھا۔ میں CONTRAST (تقابل) کیا کرتا ہوں علامہ کی شاعری کو مولانا حالی کی شاعری سے حالی کے ہاں ہمیں مرثیہ ملتا ہے لیکن مستقبل کیلئے کوئی اُمید افزا پیغام یا خبر نہیں ملتی۔ اقبال کے ہاں جہاں بہت بھرپور مرثیہ ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی سطوتِ گذشتہ پر نوحہ کرتے

ہوتے بہت ہی عمدہ اشعار کہے ہیں - وہاں دوسری طرف مسلمانوں کے لئے ایک امید افزا پیغام بھی ہے کہ ؎

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

تو یہ ہے دراصل میرا ذہنی پس منظر۔ بالکل بچپن میں جب کہ میں پانچویں جماعت میں تھا تب میں بانگِ درا گنگنا کر پڑھا کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد تحریکِ مسلم لیگ کے ساتھ بھی ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک تعلق رہا ہے - سٹوڈنٹ فیڈریشن (STUDENTS FEDERATION) میں میں اپنی ہائی اسکول لائف میں حصار ڈسٹرکٹ کا جنرل سیکرٹری تھا - اس لئے کہ ہمارا ضلع جو کہ خاصہ پسماندہ اضلاع میں شمار ہوتا تھا - اس میں کوئی گورنمنٹ کالج تو تھا ہی نہیں صرف ہائی سکول تھے - میں بھی ہائی سکول میں تھا اور اسٹوڈنٹ فیڈریشن میں حصہ لیتا تھا - پاکستان بننے کے بعد فوراً ہی احیائے دین اور احیائے اسلام میں سب سے نمایاں ہو کر جماعت اسلامی سامنے آئی اور میں نے اس کی پکار پر لبیک کہا - پاکستان پہنچ کر میں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی میں داخلہ لے لیا - کالج کے ان دو سالوں کے دوران چونکہ میں کرشن نگر میں مقیم تھا - لہٰذا میں نے جماعت کے حلقۂ ہمدرداں سے وابستگی اختیار کر لی - اور جب میڈیکل کالج میں میرا داخلہ ہوا - تو پھر جمعیتِ طلباء کی رکنیت اختیار کرتے ہوئے میں نے اس میں بھرپور حصہ لیا - جیسے ہی میں (ایم بی بی ایس مکمل کر کے) فارغ ہوا میں نے جماعت اسلامی کی رکنیت اختیار کر لی - لیکن بہت جلدی مجھے محسوس ہوا کہ ہم محض کسی سیاسی عمل کے ذریعے اسلام کو ایک زندہ حقیقت کی حیثیت سے دوبارہ قائم اور نافذ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے - اس مقصد کے حصول کے لئے میرے نزدیک ایک تجدیدِ ایمان کی تحریک ضروری تھی - خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقے میں، کہ مغربی تہذیب، مغربی افکار اور مادہ پرستانہ فلسفوں نے ہمارے یقین کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے - جس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے   وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

لہٰذا میں نے یہ سمجھا کہ اس سلسلے کا پہلا لازمہ (PRE REQUISITE)
تو یہ ہے کہ خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقے میں از سرِ نو ایمان کی اقدار کو اجاگر کیا جائے
اور اس کے لئے منبع اور سرچشمہ (SOURCE) میرے نزدیک قرآن مجید ہے۔
لہٰذا میں نے زیادہ CONCENTRATE کیا یعنی اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا
قرآن مجید ہی کے پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے کو اسی ضمن میں انجمن خدام
القرآن لاہور اور قرآن کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ
حقیقت بھی پورے طور پر مجھ پر عیاں تھی کہ قرآن درحقیقت ایک انقلابی پیغام
دیتا ہے جو دین کی صرف تبلیغ ہی نہیں چاہتا بلکہ دین کی اقامت چاہتا ہے کہ دین
کو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے، جس میں کوئی گوشہ بھی خالی نہ رہ گیا ہو، بافعل
نافذ کیا جائے اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے۔ اس کے لئے ظاہر بات ہے کہ
جماعت کی ضرورت ہے جو میں نے 'تنظیم اسلامی' کے نام سے قائم کی ہے۔ میرے
پیشِ نظر اس کے لئے ایک انقلابی جماعت کی تشکیل ضروری ہے میں یہ نہیں کہتا
کہ میں ایسی جماعت (فی الواقع) بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لیکن یہ کہ اُس
انقلابی جماعت کے خدوخال کیا ہوتے ہیں! اس کے کیا خصائص ہوتے ہیں! پھر
یہ کہ اسلامی انقلاب کے کیا مراحل ہمیں سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
سے ملتے ہیں — اور یہ کہ اب ہمیں اگر اس طریق کار کو اختیار کرنا ہے (اس
PROCESS کو اگر ADOPT کرنا ہے) تو اس میں کہاں کہاں حالات کی تبدیلی کے
باعث ہمیں کچھ ترامیم اور اضافے (MODIFICATIONS) کرنا پڑیں گے! میں ان
چیزوں کو اپنی امکانی حد تک واضح کر رہا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ الیکشن کے
ذریعے سے اس ملک میں اسلام کو ایک بالادست قوت کی حیثیت سے نافذ کرنا ممکن
نہیں ہے۔

صلاح الدین صاحب : ڈاکٹر ! آپ انتخابات کی ضرورت اور اہمیت
پر غیر معمولی زور دیتے رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کی طرف سے یہ وضاحت
بھی آتی رہی ہے کہ ہم خود اس انتخابی عمل میں شریک نہیں ہوں گے آج کے دور میں تبدیلیٔ
حکومت کا سب سے مؤثر اور معروف ذریعہ انتخابات ہی ہیں ان انتخابات کی ایک طرف

تو آپ ضرورت اور اہمیت واضح کرتے ہیں لیکن دوسری طرف خود اس میں شرکت سے گریز کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ یہ عدم اطمینان بھی آپ ظاہر کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے وہ مطلوبہ اسلامی انقلاب نہیں آسکتا جس کے لئے آپ کوشاں ہیں تو پھر اس سے (یعنی انتخابی طریق کار سے) ہٹ کر آپ کے ذہن میں اس انقلابی عمل کی کیا شکل ہے! اگر ہم انتخابات کے اس طریق کار (PROCESS) کو چھوڑ دیتے ہیں - ذرا سا ایک سوال یہ بھی ہے کہ جس انتخاب پر آپ زور دیتے ہیں، آپ کی اپنی تنظیم میں ہمیں وہ انتخابی عمل نظر نہیں آتا - اس تضاد کی ذرا کچھ وضاحت ہو جائے! —

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب: جی ہاں! آپ درست فرما رہے ہیں، میں ملک کے لئے جو انتخابات کو لازم سمجھتا ہوں اور برملا یہ بات کہتا ہوں کہ اس PROCESS (یعنی انتخابی عمل) میں جو بھی رکاوٹ آتی ہے - وہ خودکشی کے مترادف (SUICIDAL) ہے اور بہت خطرناک ہے ملک کے لئے لیکن ساتھ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام یہاں انتخابات کے ذریعے نہیں آسکتا - اس کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کہ ایک ہے کسی انسان کا زندہ رہنا اور ایک ہے اس کا مسلمان بننا - ان دونوں کے تقاضے بالکل مختلف ہیں کسی بھی انسان کو خواہ وہ مسلمان ہو، ہندو ہو، سکھ ہو، پارسی ہو زندہ رہنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے - ہوا، پانی اور غذا - ان میں سے جو چیز بھی آپ روک لیں گے جلد یا بدیر اس کی موت واقع ہو جائیگی - لیکن اس انسان کے مسلمان بننے کے لئے اُسے ایمان درکار ہے خواہ کسی بھی درجے میں ہو - کچھ نہ کچھ رمق تو اس کے دل میں ایمان یا یقین کی ہو گی - تب ہی وہ اسلام پر عمل پیرا ہوگا - بالکل اسی طریقے سے ایک ملک کے بسنے والوں میں ایک اطمینان کی کیفیت، ان کا یہ احساس کہ (ملک کے انتظامی امور میں) ہماری بھی PARTICIPATION ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں بسنے والے لوگوں میں یہ احساس کہ اس ملک کے نظام میں ہماری رائے کی بھی اہمیت ہے، یہ سب چیزیں اس ملک کے استحکام اور بقا کے لئے نہایت

ضروری ہیں - اگر اس عمل میں کوئی رکاوٹ آتی ہے تو یہ چیز اس کے وجود کے لئے انتہائی خوفناک اور بہت خطرناک بن جاتی ہے لہٰذا میں اس PROCESS (یعنی انتخابی عمل) کے جاری رہنے کا شدت کے ساتھ قائل ہوں - البتہ مجھے اسی بات پر یقین حاصل ہے کہ اسلام اس راستے سے نہیں آئے گا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے خود ایک بہت خوبصورت لفظ استعمال کیا "تبدیلیٔ حکومت" میرے پیش نظر تبدیلیٔ حکومت نہیں بلکہ تبدیلیٔ نظام ہے - اصل میں ایک انسان کو سب سے پہلے یہ تشخیص کرنا پڑتی ہے کہ کسی خطۂ زمین میں بنیادی طور پر جو نظام (قائم و رائج) ہے جسے آپ ('The Politico-socioeconomic System as a whole' کہتے ہیں (یعنی بحیثیتِ مجموعی کسی ملک کا سیاسی و معاشی و اقتصادی نظام) اگر وہ درست ہے لیکن اس کے چلانے والے ہاتھ نااہل ہیں تو اس میں ضرورت ہوگی تبدیلیٔ حکومت کی - اور اس کے لئے سیاسی (POLITICAL PROCESS) مفید ہے لیکن اگر تشخیص یہ ہے کہ بنیادی نظام ہی غلط ہے تو نظام کبھی بھی اس انتخابی عمل کے ذریعے سے بدلا نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے تو ایک انقلابی عمل کی ضرورت ہے اب یہ اپنی جگہ بہت طوالت کا حامل سوال ہے کہ یہ انقلابی عمل ہے کیا! (اور ظاہر بات ہے کہ یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں ہے) میں نے عرض کیا تھا کہ میرے نزدیک اس (انقلابی عمل) کا کامل ترین نمونہ (IDEAL) سیرت محمدی - صلی اللہ علیہ وسلم ہے - اس لئے کہ کامل ترین انقلاب اور گھمبیر ترین انقلاب اور مختصر ترین وقت میں اور یہ کہ ایک شخص واحد کی اپنی زندگی میں انقلاب کی تکمیل ہوجانا، اس کی تاریخ انسانی میں یہ ایک ہی مثال ہے -- (اور وہ ہے انقلاب محمدیؐ) ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس (انقلاب) کا معروضی مطالعہ (OBJECTIVE STUDY) کریں (اور اس سے اپنے لئے رہنمائی حاصل کریں -) باقی رہا یہ معاملہ کہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اب ہمیں اس میں کہاں کہاں تبدیلیاں کرنی ہونگی یہ موضوع خاصا طوالت طلب ہے -- آپ کے آخری سوال کے ضمن میں عرض ہے کہ میں یہ

سمجھتا ہوں کہ انقلابی جماعت کے اندر اس کا نظم یہی ہونا چاہیئے کہ چونکہ اسے ایک تحریک اور ایک RESISTANCE MOVEMENT کی حیثیت سے اٹھنا ہوتا ہے لہٰذا اس میں جمہوری نظام WORK نہیں کرسکتا (نہیں چل سکتا) سیاسی جماعت میں (جمہوری نظام) WORK کرسکتا ہے اور اس کو کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اسلامی انقلاب کے ذریعے سے جب اسلامی حکومت قائم ہوگی اور صحیح اسلامی ریاست قائم ہوگی اس میں بھی وہ جمہوری نظام رُوبکار لانا ہوگا لیکن جو تحریک انقلابی (مقصد کے لئے) اٹھتی ہے اس کے نظام کے اندر ضروری ہوتا ہے کہ کسی ایک فرد ایک داعی یا ایک قائد کہ جس پر لوگوں کو اعتماد ہوگیا ہو اس کے ساتھ لوگ اپنے آپ کو Attach (وابستہ) کریں اور پھر فیصلے وہاں گنتی سے نہ ہوتے ہوں، مشورہ ہو، باہمی مشاورت کا نظام ہو لیکن اُس شخص کی صوابدید کو آخری بات کا درجہ حاصل ہو (جو تحریک کا داعی اور قائد ہے) میرے نزدیک یہ بالکل ناگزیر ہے کسی انقلابی جماعت کے لئے۔

انور حسین: مولانا! (آپ)

مولانا متین ہاشمی:۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے بہت سارے مواقع پر یہ فرمایا ہے کہ جو انقلابی جماعت آپ قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں بیعت ہو جہاد ہوگا ہجرت ہوگی تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ایک مسلم ملک میں آپ رہتے ہیں اور ایک مسلم سربراہ یہاں حکومت کر رہا ہے تو ایک STATE کے اندر STATE قائم کرنا۔ یا ایک بیعت جسے اعتماد سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اس اعتماد کے ہوتے ہوئے آپ اپنے لئے ایک دعوت دے رہے ہیں[1] بیعت کی اور بعض اوقات ہجرت اور جہاد کی۔ تو اس کی آپ وضاحت فرمائیں کہ بیعت یا تو بیعت ارشاد ہوتی ہے لیکن یہ جو بیعت آپ لے رہے ہیں لوگوں سے یہ کس سلسلے کی بیعت ہے۔؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب: یہ مولانا آپ نے اپنے سوال میں جو تین الفاظ

---

[1] مولانا ہاشمی کی مراد یہ ہے کہ ایک شخص یعنی جنرل ضیاء الحق کے بارے میں لوگ اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں گویا معنوی طور پر بیعت ہو چکی ہے لہٰذا اب کسی اور کیلئے قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ وہ بیعت لے۔

استعمال فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ پہلے دو کی وضاحت کر دوں، آپ کے سوال نسبتاً اہم ہیں لیکن ان کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہجرت کا جو تصور میرا ہے وہ صرف کسی ملک کو چھوڑ کر جانے کا نہیں ہے بلکہ جیسے حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں آتا ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا: اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ - آپ نے فرمایا: اَنْ تَھْجُرَ مَاکَرِہَ رَبُّکَ کہ حضورؐ اسب سے اعلیٰ ہجرت اور سب سے افضل ہجرت کون سی ہے آپ نے فرمایا ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو پسند نہیں ہے۔۔۔

مولانا متین ہاشمی : (قطع کلامی کرتے ہوئے) تاریخ اسلام میں ہجرت کا جو معروف مفہوم ہے وہ مکروہ چیزوں کو ترک کرنا نہیں ہے۔۔۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : نہیں معاملہ یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے حدیثِ نبویؐ QUOTE کر رہا ہوں آخر جو بات حدیث کے ذریعے سے سامنے آ رہی ہے) وہ تو غیر معروف کے دائرے میں نہیں جاتی۔

مولانا متین ہاشمی : وہ تو ہے لیکن میں اس چیز کو عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں ہجرت کی جو اصطلاح مستعمل ہے وہ تزکیہ نفس کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتی۔ استعمال ہوتی ہے ترک وطن کے بارے میں!

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : میں ہجرت کو اس کے اُس وسیع تر مفہوم میں لیتا ہو جو کتاب و سنّت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ لیکن یہ کہ جب میں اس کا ذکر کرتا ہوں تو ساتھ وضاحتیں بھی کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس (ہجرت) کا حاصل یہی ہے۔ (کہ انسان ہر اُس چیز کو ترک کر دے جو اُس کے رب کو ناپسند ہو) البتہ اس کی نیت انسان کو رکھنی ہوگی کہ اگر کہیں اس دین کے غلبے کی جدوجہد میں کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ انسان کو اپنے وطن کو بھی خیرباد کہنا پڑے تو اس کے لئے بھی تیار رہے۔

مولانا متین ہاشمی : لیکن اس کے لئے بہت شرائط ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : اسی طرح جہاد کا معاملہ ہے (اس لفظ کا مفہوم بھی بہت وسیع ہے) جہاد کا بنیادی مفہوم ہے جدوجہد۔ اور ہمارے دین میں اس

سے مراد ہے تمام غیر اسلامی قوتوں سے کشمکش اور پنجہ آزمائی - اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ سب سے افضل جہاد کونسا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ - ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ تو جہاد تو انسان کے اپنے نفس سے شروع ہوگا - پھر باطل نظریات کے خلاف ہم دعوتی تبلیغی جو بھی کوششیں کریں گے ، مساعی کریں گے اور اپنی امکانی حد تک ذرائع ابلاغ کو استعمال کریں گے یہ سب جہاد میں شامل ہے - اور یہ درحقیقت باطل اور غلط نظریات کے خلاف جہاد ہے - پھر یہ کہ اگر وہ مرحلہ آتا ہے کہ ایک RESISTANCE MOVEMENT منکرات کے خلاف ایک قوت بہم پہنچا کر اور ایک اپنی طاقت کے مظاہر سے ان منکرات کے خلاف اقدام کرتی ہے - تو یہ بھی اس جہاد ہی کے ذیل میں آئیگا -

مولانا متین ہاشمی : تو اس میں مسلح جدوجہد کی نوبت بھی آسکتی ہے !

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : اس کو بھی ایک بالکل آخری امکانی درجے میں RULE OUT (نظر انداز) نہیں کیا جاسکتا -

مولانا متین ہاشمی : ایک اسلامی مملکت میں یا مسلم مملکت میں مسلح جدوجہد کے لئے کوئی تنظیم بنانے کی مثال اسلامی تاریخ میں ملتی ہے ؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : جی ہاں فقہاءِ احناف نے اس کی اجازت دی ہے اگرچہ اس کی شرائط بڑی سخت . . . .

مولانا متین ہاشمی : (قطع کلامی کرتے ہوئے) اس کی شرائط تو یہ ہیں کہ اگر کفر کے شعار کو حاکم وقت رائج کرنے لگے اور اسلام کے شعار کو مٹانے لگے تو اس وقت کو اس کے خلاف مسلح جدوجہد کی جاسکتی ہے -

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : اس وقت ہمیں کیا معلوم کہ کل پاکستان میں کونسا نظام آنے والا ہے ! ابھی تو ہم ایک جدوجہد کے لئے ایک جمعیت فراہم کررہے ہیں ان تمام شرائط کو ہم بھی اپنے سامنے ضرور رکھیں گے - اب تیسری بات یہ آتی ہے - بیعت اصل میں تنظیم کی ایک بنیاد ہے تنظیم کی ایک بنیاد تو یہ ہوتی ہے کہ کچھ لوگ مل جل کر ایک تنظیم بنانا چاہتے ہیں اس کے لئے وہ ممبر سازی

کرتے ہیں اس میں بنیادی اہمیت کی چیز MEMBERSHIP BASIC ہے جو DECISIVE فیصلہ کن) ہوتی ہے۔ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنا سربراہ چنتے ہیں پھر اس کی GUIDANCE (راہنمائی) کے لئے یا CHECKS & BALANCES کے لئے کوئی انتظامی کمیٹی یا شوریٰ ترتیب دیتے ہیں اور کثرتِ آراء سے۔

مولانا محمد متین ہاشمی : (قطع کلامی کرتے ہوئے)

آپ کی جو بیعت ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ یہ ذرا واضح کر دیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

میں یہی عرض کر رہا تھا۔ اس کی نوعیت صرف یہ ہے کہ میں ایک کام کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں دین کی جد و جہد کے سارے مراحل اس میں شامل ہیں۔ دعوت، تبلیغ اسلام کا پھیلانا اسلام کے خلاف جو نظریات ہیں ان کا ابطال کرنا پھر یہ کہ لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ اپنی زندگیوں میں تبدیلی لائیں۔

انور حسین صاحب (میزبان) :

میں عرض کروں کہ جو آپ کے مقاصد ہیں وہ یقیناً اپنی جگہ پر ہیں لیکن کیا ایک تنظیم کی جو عام ممبرشپ ہوتی ہے اس سے وہ مقاصد پورے نہیں ہوتے بلکہ بیعت کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

جی میں عرض کرتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے۔ یعنی اصل میں تنظیم کی ایک شکل تو وہ ہوتی ہے، جس کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں، جس میں DECI- SION (فیصلہ) ووٹوں کی گنتی سے ہوتا ہے۔ یہ تنظیم (یعنی بیعت کے نظام پر مبنی تنظیم) اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں ایک شخص کسی مشن کو لے کر کھڑا ہوتا ہے (وہ اس کا داعی ہوتا ہے) پہلے اس شخص پر اعتماد کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص بھی اس میں شامل ہوتا ہے اس (داعی) کا ساتھی بن کر آتا ہے اور وہ یہ عہد کرتا ہے کہ جب تک تم کتاب و سنت سے باہر کوئی حکم نہیں دو گے ہم تمہارا حکم مانیں گے اگر ہمیں کسی وقتی رائے سے اختلاف بھی ہوا تو رائے ہم دیں گے لیکن یہ کہ اس کے بعد آخری فیصلہ COUNTING OF VOTES

سے نہیں ہوگا۔ وہ آخری فیصلہ آپ کریں گے !

صلاح الدین صاحب :

ڈاکٹر صاحب میرا ایک سوال یہ ہے کہ آپ کی دعوت جس انداز پر اور جس نہج پر چل رہی ہے اس کے نتیجے میں فرض کیجئے ایک ذہنی انقلاب آتا ہے اور ایک کثیر تعداد آپ کی ہم خیال ہوجاتی ہے اور اس کثیر تعداد کو یہ موقعہ ملتا ہے کہ وہ ووٹ ہی کے ذریعے یعنی انتخابات ہی کے ذریعے حکومت بھی تبدیل کرتی ہے۔ دراصل انقلاب کا راستہ تبدیلیٔ حکومت ہی کے بعد کھلتا ہے۔ لیکن آپ نے اگر انتخابات میں عدم شرکت کو ایک اصول بنا لیا ہے اور یہ نظریہ اپنا لیا ہے کہ یہ (اسلام) انقلاب ہی کے ذریعے آئے گا۔ تو (میری رائے میں) یہ انقلاب BY VOTE بھی آسکتا ہے اگر ذہنی تبدیلی اس درجے تک پہنچ جائے کہ جہاں اکثریت آپ کی ہم خیال ہوجائے لیکن وہ راستہ تو آپ نے کھلا نہیں رکھا ہے!

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

اصل میں اکثریت کبھی بھی ہم خیال نہیں ہوا کرتی بلکہ ہمیشہ انقلابی عمل میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مضبوط NUCLEUS (مرکز) وجود میں آتا ہے جو لوگ اگرچہ اقلیت میں ہوتے ہیں لیکن اپنی COMMITMENT (بھرپور وابستگی) اپنی DEDICATION اپنے ایثار اپنی قربانی سے وہ EFFECTIVE MAJORITY (متاثر کن اکثریت) بن جاتے ہیں۔ تو میرے نزدیک یہی معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا۔ عرب کی کوئی اکثریت آپ کے ساتھ نہیں تھی جب آپ نے انقلابی عمل کے ذریعے سے جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی نظام قائم و نافذ فرمایا تھا۔

محمد صلاح الدین صاحب :

وہاں تو کفار و مشرکین تھے اور یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

مولانا محمد متین ہاشمی :

اسلامی ریاست میں یہ کیسے ممکن ہے ؟؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

دیکھئے! جب ہم بات کرتے ہیں انتخاب یا انقلاب کی تو ابھی اسلامی یا غیر اسلامی

کی بحث کو ذرا علیحدہ رکھ دیجیے - کہ کوئی بھی انقلاب جب آتا ہے نظام کو بدلنے کے لئے تو وہاں یہی شکل ہوتی ہے کہ وہ ایک نئی فکر اور نئے نظریے کے ساتھ آتا ہے - لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ کوئی نیا نظریہ اور نیا فکر موجود نہ ہو تو پھر انقلاب کی ضرورت کیا ہے! وہاں انتخابات کا راستہ اختیار کرنا ہی صحیح طرز عمل ہو گا - لیکن واضح رہے کہ انتخاب کے ذریعے صرف نظام چلانے والے ہاتھ تبدیل کئے جاسکتے ہیں نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی -)

مولانا متین ہاشمی :

لیکن خلفاءِ راشدین کے زمانے میں تو انتخاب ہوا ہے !

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

یہ تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں - میں نے آغاز میں عرض کیا تھا کہ اسلامی انقلاب کے نتیجے میں جب ایک اسلامی ریاست صحیح اسلامی ریاست، وہ صرف NOMINAL اور نام کی اسلامی ریاست نہ ہو کہ جیسے ہم آجکل مسلمانوں کی حکومت کہتے ہیں بلکہ صحیح اسلامی ریاست قائم ہوگی تو اس کا نظام میرے نزدیک وہی ہوگا کہ انتخابات بھی ہونگے اور پھر یہ کہ آپ کو جدید تقاضوں کے مطابق خلافت راشدہ سے اصول لے کر -

مولانا متین ہاشمی : (قطع کلام کرتے ہوئے)

گویا آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ انتخاب کے ذریعے بھی صحیح اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آسکتا ہے - !

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

جی نہیں ! ابھی جو گفتگو ہو رہی تھی وہ یہ تھی کہ انتخاب کے ذریعے صحیح اسلامی ریاست چل سکتی ہے . . . .

مولانا محمد متین ہاشمی : (بات کاٹتے ہوئے)

گویا چل سکتی ہے - قائم نہیں ہو سکتی !

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

جی ہاں ! جہاں تک اسلامی ریاست کے قیام کا تعلق ہے وہ درحقیقت ایک انقلابی عمل کے بغیر ممکن نہیں -

ارشاد احمد حقانی صاحب :

ڈاکٹر صاحب ! ابھی آپ نے اپنی گفتگو میں ' CREATIVE MINORITY ' یا ' COMMITED MINORITY ' کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ EFFECTIVE MAJORITY کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کا PROCESS (طریق کار) کیا ہے ! ' MODUS OPERANDI ' جس کو کہتے ہیں وہ کیا ہوگا ؟ (یعنی وہ طریق کار کیا ہے جس کے ذریعے ایک مضبوط اقلیت فیصلہ کن اکثریت کی شکل اختیار کر لیتی ہے بالفاظ دیگر اقدام کی صورت کیا ہوگی ؟)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

اس کو میں چاہتا ہوں کہ وقت کی کمی کے باعث اسے GENERALIZE (یعنی عمومی طور پر اصول بیان) کرنے کی بجائے ایک متعین شکل میں سامنے رکھوں یعنی ہمارا جو ایک خصوصی معاملہ ہے کہ مسلمان ملک ہے اور مسلمان ہی حکمران ہیں چاہے وہ بہت زیادہ PRACTICING (عملی مسلمان) ہیں یا نہیں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہے وہ بھی عمل کے اعتبار سے ان میں کوتاہیاں ہیں - اب جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ اس قسم کی صورت حال میں اگر کوئی ایسی (انقلابی) جماعت وجود میں آ جائے تو وہ کیسے LAUNCH کرے گی ! (یعنی اس انقلابی جدوجہد کا عملی طریق کیا ہو گا!) میرے نزدیک اس کے لئے ہمیں احادیث مبارکہ سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ کہ منکرات کے خلاف قوت کے ساتھ جہاد کیا جائے گا - مثلاً وہ چیز کہ جس کے بارے میں سب یہ تسلیم کریں کہ دین کے اعتبار سے یہ منکر ہے تو اگر وہ قوت وجود میں آ چکی ہو، وہ ایک 'جماعت' ایک ایسی 'انقلابی جماعت' جو DEDICATED لوگوں پر مشتمل ہو کہ جو دین کے لئے اپنے تن من دھن دینے کے لئے تیار ہوں (یہ PRE-REQUISITE ہے) تو پھر وہ جماعت اس کو چیلنج کرے گی - کہ ہم یہ کام یہاں نہیں ہونے دیں گے اور اس کے لئے پرامن مظاہرہ کریں یہ بہت ضروری بات ہے کہ مظاہرہ پرامن رہے، اس لئے کہ میرے نزدیک اس معاملے میں آئیڈیل ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا وہ بارہ سالہ دور جو مکے کا ہے جس کو ہم NON VIOLENT کہہ سکتے ہیں اور اس کو میں کہا کرتا ہوں کہ دراصل اسی کا نام

سے بدلتی PASSIVE RESISTANCE ہے اور اس کے بعد وہ ACTIVE RESISTANCE ہے تو اس میں ایک شکل یہ بھی ہے کہ پرامن مظاہرہ ہو۔ ٹھیک ہے اگر اُس وقت کی حکومت یا نظام اس مطالبے کو تسلیم کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹے گا اس کی پسپائی ہوگی جبکہ ہماری پیش قدمی ہوگی اور رفتہ رفتہ اسی عمل سے تبدیلی آئے گی۔

محمد صلاح الدین صاحب :

اور اگر مزاحمت ہو نظام کی طرف سے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

مزاحمت ہو تو ماریں کھائیں گے لیکن ہم ہاتھ نہیں اٹھائیں گے اور جو بھی مصیبت آئے گی برداشت کریں گے۔ (ان شاء اللہ) دنیا میں اس وقت جو INSTITUTIONS (ادارے) DEVELOP ہوئے ہیں کہ لوگ اپنے سیاسی حقوق کے لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ ہمیں اسلام کے لئے کرنا ہے اپنے لئے نہیں کرنا، کسی پارٹی کی گورنمنٹ کے لئے نہیں کرنا۔ بلکہ جن چیزوں کے بارے میں اتفاق رائے ہے کہ یہ اسلام کے TENETS ہیں، یہ FUNDAMENTALS (اساسی معتقدات) ہیں یہ اسلام کے نزدیک منکرات ہیں ان کو میدان میں لاکر . . . .

محمد صلاح الدین صاحب :

غرض کہ جو جہاد بالسیف کا معاملہ ہے . . . . ؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

میں نے عرض کیا نا کہ یہ (یعنی جہاد بالسیف کا معاملہ) تقریباً RULED OUT ہے۔ میں صرف نظری اعتبار سے یہ کہتا ہوں کہ ہمارے فقہاء نے بہت سی شرطیں لگا کر اس کا امکان رکھا ہے کہ کسی وقت اگر ایسی کوئی جماعت محسوس کرے کہ وہ کسی مسلح جد وجہد کے ذریعے سے انقلاب لاسکتی ہے تو اس کے لئے وہ شرائط اگر پوری کر رہی ہے تو وہ حرام نہیں ہے، ناجائز نہیں ہے لیکن موجودہ حالات میں میرے نزدیک وہ تقریباً ناممکن العمل ہے۔

انور حسین صاحب :

ڈاکٹر صاحب! اب میں گفتگو کا رُخ ذرا تبدیل کرنے کی جسارت کروں گا۔

یہ کہ خواتین کے متعلق بھی کچھ سوالات ہیں۔ ہمارے جو ناظرین ہیں ان میں یقیناً خواتین بھی شامل ہیں اور آپ کا ایک حالیہ بیان ہے جس کے اندر آپ نے شاید یہ ذکر کیا ہے کہ مختلف جو کمپنیاں ہیں، مثلاً پی آئی اے ہے اُس سے خواتین کی ملازمت ختم کر دینی چاہیئے۔ اور صرف مرد حضرات ہی کام کریں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس کا کس چیز سے تعلق ہے! یعنی خواتین کے حقوق سے تعلق ہے یا آپ کے اپنے ذہن میں خواتین کا معاشرے میں ایک خاص مقام ہے جس سے کہ کسی قسم کا مفر ممکن نہیں ہے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

جی میں عرض کروں گا کہ اسلام کا جو میرا مطالعہ ہے، اور ظاہر بات ہے وہی مجھے بیان کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام SEXES (یعنی مرد و زن) کا جو آزادانہ میل جول یعنی MIXING ہے اِس کو پسند نہیں کرتا۔ وہ دائرہ کار معین کرتا ہے اور یہ تو گویا کہ اس کے DIRECTIVE PRINCIPLES (رہنما اصول) ہیں کہ خواتین کے لئے وہ گھر کی ذمہ داری کو زیادہ پسند کرتا ہے لیکن یہ کہ استثنائی حالات میں خواتین کو کام کرنے کی اجازت ہے۔ اسلام اس کو حرام نہیں قرار دیتا۔ اور اگر ملکی سطح پر بھی اسکی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی مواقع ہیں۔ مثلاً ہماری یہ جو ملکی معیشت ہے اس کے لئے بھی ان کو کام میں لایا جا سکتا ہے لیکن وہ اصول پیش نظر رکھنا ہو گا کہ ان کی INTER MIXING (اختلاطِ مرد و زن) نہ ہو۔ بلکہ SEGREGATION OF SEXES کو پورے طور پر ملحوظ رکھنا ہو گا۔ اور اس میں مثلاً میرے سامنے یہ ہے کہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ یہ DECISION ہم لے لیں کہ پوری پرائمری تعلیم (EDUCATION) خواتین کو دے دیں پرائمری پر کوئی مرد ٹیچر نہ رکھیں اسی طریقے سے اگر ہم یہ سمجھیں کہ میں ان کو لانا ضروری ہے۔

انور حسین : (قطع کلام کرتے ہوئے۔)

کھیت کھلیان میں دیکھیں نا وہاں تو مرد اور عورتیں ایک ساتھ کام کرتی ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

کھیت کھلیان کی بات یہ ہے کہ کھیت کھلیان میں عورت کام کر رہی ہوتی ہے اپنے محرموں کے مابین۔ وہاں گاؤں میں اس کا جو Immediate Atmosphere (فوری ماحول) ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کا کھانا لے کر کھیت میں جاتی ہے وہاں کھیت کے اندر اُس کا شوہر ہے بیٹے ہیں یا کوئی اور کام کر رہے ہیں وہ معاملہ بالکل مختلف ہے اس ماحول سے مثلاً جیسے پی آئی اے ہے جہاں ہماری بچیاں ملازمت کرتی ہیں۔ وہاں صورت یہ ہے کہ اگر پی آئی اے کی ایک Air Hostess کراچی سے چلتی ہے اور امریکہ تک جاتی ہے پھر وہاں سے واپس آتی ہے تو تقریباً اس کا ایک مہینہ صرف ہوتا ہے۔ وہ بالکل نامحرموں کے ماحول میں ہے۔ اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا اس (پی آئی اے کے معاملے کو) اُس پر (یعنی کھیت کھلیان کے معاملے پر) قیاس نہ کریں۔

حقانی صاحب :

ڈاکٹر صاحب! دفاتر میں بھی ایک خاص قسم کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کھیت کھلیان میں بھی محرم ہوتے ہیں آپ نے ماحول کو اہمیت دی ہے ایک خاتون دفتر میں کام کر رہی ہے اور وہاں دس بیس سال سے کام کر رہی ہے تو وہاں بھی اس کا مانوس ماحول پیدا ہو جائے گا۔۔۔!

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

یہ تو میں نے آپ سے کہا کہ (کھیت کھلیان میں) اگر نامحرم ہیں تو محرم بھی وہاں موجود ہیں۔ اس میں زمین و آسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ دفتر میں اگر ہماری کوئی بچی یا ہماری بہن کام کرتی ہے تو وہ تو بالکل اس کا نامحرموں کا ماحول ہے۔ اس اعتبار سے اصل مقصد تو یہ ہے کہ خواتین اپنا جو اصل فریضہ فطرت نے انہیں سونپا ہے اُسے باحسن وجوہ ادا کریں۔ پھر ملک کی معیشت میں اگر ان کا کوئی کردار ہو سکے تو بہت اچھا ہے۔ آپ ایسے INDUSTRIAL UNITS (صنعتی ادارے) بنایئے جس میں عورتیں کام کریں مرد کام نہ کریں!

انور حسین :

ڈاکٹر صاحب! آخری بات کہوں گا چونکہ ہمیں اشارے ہو رہے ہیں کہ وقت ختم ہو رہا ہے، آپ نے جو فرمایا خواتین کے متعلق تو آیا یہ قابل عمل ہے ہمارے ملک میں! کہ جیسے پرائمری ایجوکیشن صرف ان کو دے دی جائے یا مکمل طور پر ان کا SEGREGATION اور SEPARATION ہو مردوں سے کیا یہ قابل عمل ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب :

یہ بالکل قابل عمل ہے صرف ایک WILL چاہیئے، فیصلہ چاہیئے۔ اب دیکھیئے! آپ نے اگر اپنے ہوائی سفر کو DRY کر دیا (یعنی شراب کی سروس بند کر دی) تو پوری دنیا کے اعتبار سے تو یہ دقیانوسیت ہے۔ وہاں آپ شراب SERVE کیوں نہیں کر رہے تو جو بھی اُن کے (یعنی عام دنیا کے) معیارات ہیں اُن کی نگاہ سے ہم کیوں سوچیں ہم نے سمجھا کہ شراب حرام ہے ۔ لہذا ہم SERVE نہیں کر رہے۔

انور حسین :

گویا اس طرح سے پی آئی اے میں کام کرنا آپ کے نزدیک غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب : جی بالکل!

انور حسین :

یہ بحث (تو کافی طول پکڑ سکتی ہے، جیسے کہ سیاسی اور مذہبی نوعیت کے سوالات ہمارے پینل کے معزز اراکین نے کئے تو یہ طویل بحثیں ہیں اور یقیناً تشنگی رہی ۔ لیکن کیا کر سکتے ہیں وقت اب ختم ہوا ۔ میں پینل کے معزز اراکین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ۔ ارشاد احمد حقانی صاحب، محمد صلاح الدین صاحب اور مولانا محمد متین ہاشمی صاحب اور اپنے معزز مہمان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا۔ آپ کا ہم نے کافی وقت لیا یا شاید آپ یہ کہیں گے کہ بہت کم وقت لیا ۔ اس لئے کہ ایک نامور سکالر کی حیثیت سے آپ کو بہت کچھ کہنا تھا سوالات بہت مختصر تو نہیں لیکن مشکل ضرور تھے ۔ خدا حافظ!

OOOOOOO

فریش ویل
سوئٹس
پاکستانی تہذیب
کا آئینہ دار
صدیوں پرانی روایات کی حامل ہماری مٹھائیاں اور حلوہ جات یقیناً ہمارے ذائقے اور لذت کی غمازی کرتی ہیں۔ احمد نے اس قدیم پیشے کو جدید دور کے تقاضوں سے ہمکنار کیا اور اپنی مصنوعات کو بالکل منفرد انداز میں پیش کیا۔
دنیا کے ہر برّاعظم میں احمد کی مٹھائیاں اور حلوہ جات پاکستانی تہذیب اور روایات کی شناخت ہیں۔
ZAFRANI JAMIN
حلوہ جوزی
Freshwel
Freshwel
Freshwel
Freshwel
جدید ترین نائٹروجن پیکنگ پلانٹ پر سیلوفین پیکنگ کے ساتھ پیک کئے جاتے ہیں تاکہ تازگی اور خستگی ہمہ وقت برقرار رہے
ٹین کے ڈبے بغیر ٹین کٹر آسانی سے کھل جاتے ہیں۔
سوہن حلوہ
کراچی حلوہ
حبشی حلوہ
حلوہ جوزی
رس گلے
زعفرانی جامن
سوہن ڈیلائیٹ
تلے ہوئے مصالحہ دار بادام
AHMED
مٹھائیوں میں روایتی اور صنعتی معیار کے خالق
احمد کراچی حلوہ مرچنٹ لمیٹڈ
ڈی-۱۱۲، سائیٹ، کراچی۔ فون: ۹۵-۲۹۴۲۹۱
MASS

اسلامی انقلاب (قسط ۲)

مراحل ۔ مدارج ۔ اور لوازم

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک خطاب

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے جمعہ سے ہم ان اجتماعاتِ جمعہ میں "اسلامی انقلاب" کے منہجِ عمل کو ایک خاص نقطۂ نظر سے جاننے اور سمجھنے کے لئے سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ حضورؐ کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ بہت سے پہلوؤں سے ہو سکتا ہے جیسے حضورؐ کے ذاتی محاسن، حضورؐ کے کمالات، حضورؐ کے مقام و مرتبہ کے اعتبارات سے۔ یہ بھی یقیناً سیرتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ترین موضوعات ہیں۔ لیکن اس وقت ہمارے مطالعہ کا رُخ یہ ہے کہ دنیا کا جو عظیم ترین، گھمبیر اور ہمہ گیر ترین انقلاب جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل بیس برس کی جدوجہد کے نتیجہ میں برپا فرمایا۔ ہم سمجھیں کہ اس کا منہاج کیا تھا! اس کا طریقِ کار کیا تھا! مزید یہ کہ اس انقلابی عمل کے مراحل کون کون سے تھے۔؟

اس ضمن میں سب سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے علیحدہ کرتے ہوئے مجرّد انداز میں انقلابی عمل کے چھ مراحل کا ذکر کیا تھا۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی تھی کہ میرا ماخذ (Source) سیرت النبیؐ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے انقلابی عمل کے ان چھ مراحل کو سمجھا ہے تو سیرتِ مطہرہ کے معروضی مطالعہ ہی سے سمجھا ہے۔ لیکن میں نے ان مراحل کو آپ کے سامنے رکھنے کے لئے پچھلے جمعہ میں یہ انداز اختیار کیا تھا کہ آپ پہلے کسی بھی انقلابی عمل کے ان چھ مراحل کو پہچان لیں ___ اور وہ تھے ۳ + ۳ ___ تین تمہیدی مراحل ہیں اور تین تکمیلی مراحل۔

تمہیدی مراحل کیا ہیں؟ پہلا یہ کہ کوئی انقلابی نظریہ ہو جس کی نشر و اشاعت کی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ یہی کسی انقلابی عمل کا نقطۂ آغاز ہے۔ دوسرا یہ کہ جو لوگ اس انقلابی نظریہ کو قبول کریں

ان کو منظم کیا جائے جس سے ایک انقلابی جماعت اور پارٹی وجود میں آجائے ۔ تیسرا یہ کہ ان لوگوں کی تربیت کی جائے۔ اس لئے کہ خام اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعہ سے انقلاب نہیں آسکتا ـــــ اس ضمن میں، میں نے چند اہم باتیں بیان کی تھیں اور آپ سے عرض کیا تھا کہ ان کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجئے۔

دعوت کے ضمن میں، مَیں نے عرض کیا تھا کہ 'نظریہ' واقعتہً اور حقیقت کے اعتبار سے 'انقلابی' ہونا چاہیئے۔ اگر انفرادی زندگی سے متعلق اخلاقی و اصلاحی تعلیمات کی اشاعت کی جائے گی تو کسی انقلابی عمل کا آغاز نہیں ہو سکے گا۔ اس دعوت کے وہ پہلو نمایاں ہونے چاہئیں جو انسان کی اجتماعی زندگی سے متعلق مسائل میں انقلابی نظریہ کے خد و خال کو واضح کرتے ہوں اور یہ بات مبرہن ہو کہ ان مسائل کو کن کن اعتبارات سے حل کرنا اس انقلابی نظریہ کا مقصود ہے۔

اسی طریقہ سے تنظیم کے بارے میں، میں نے عرض کیا تھا کہ اس تنظیم کا نہایت منظم اور منضبط (Disciplined organisation) ہونا ضروری ہے۔ جس کے لئے ہمارے پاس جو عام معیار اور مثال ہے وہ عسکری نظم وضبط (Army Discipline) کی ہے کہ جس میں جو حکم دیا جائے وہ مانا جائے ۔ بیچ میں کوئی چون و چرا نہ ہو ۔ اگر اس قسم کی کوئی جماعت نہیں ہو گی تو انقلاب برپا نہیں کرسکتی ۔ کوئی اصلاحی کام کرسکتی ہے۔ تعلیمی کام کرسکتی ہے اور بہت سے سماجی اصلاح کے کام بغیر اس نوع کی تنظیم کے کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن انقلاب کے لئے فوجی ڈسپلن والی تنظیم ہونی لازم ہے۔

تیسری بات تربیت سے متعلق تھی۔ اس کے بارے میں، میں نے عرض کیا تھا کہ تربیت میں پیشِ نظر انقلابی نظریہ کے ساتھ مناسبت ہونی لازمی ہے۔ جو انقلاب آپ لانا چاہتے ہیں وہ اگر مادی قسم کا انقلاب ہے تو کارکنوں کی بھی صرف مادی تربیت کفایت کر جائے گی۔ ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن اگر نظام ایسا قائم کرنا پیشِ نظر ہے جس میں روحانیت اور اخلاقیات کا بھی اہم حصہ ہے اور یہ دونوں صفات اس میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں تو اگر یہ دونوں چیزیں کارکنوں کی تربیت میں بتمام و کمال پیدا نہیں ہوئیں تو انقلاب میں کہاں سے آجائیں گی! ـــــ پس یہ تینوں باتیں ان تینوں مراحل کے بارے میں ذہن میں مستحضر رکھنی بہت ضروری ہیں۔

تکمیلی مراحل کیا ہیں! ـــــ ان کے لئے ایک عنوان ہے **تصادم** ـــ البتہ اس کے تین مراحل کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوانات ہیں۔ پہلا عنوان ہے **صبرِ محض** ـــ یا ـــ

Passive Resistance یعنی صبر کرو، جھیلو، برداشت کرو، ہاتھ مت اٹھاؤ۔ دوسرا عنوان ہے اقدام یا Active Resistance یعنی آگے بڑھو۔ مقابلہ کرو۔ چیلنج کرو۔ اس کے نتیجہ میں تیسرا مرحلہ آپ سے آپ آئے گا اور اس کا عنوان ہے مسلح تصادم یا Armed Conflict ۔ اور میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ اس مرحلہ کے انجام دو ہی ہو سکتے ہیں۔ تخت یا تختہ یا انقلاب آ جائے گا۔ نظام بدل جائے گا۔ وہ انقلابی جماعت کامیاب ہو جائے گی یا یہ انقلابی جماعت کچل دی جائے گی ـــــ الغرض کسی بھی انقلاب کے یہ چھ مراحل ہوتے ہیں اور میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ میں نے انہیں درحقیقت سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی کے معروضی مطالعہ سے اخذ کیا ہے۔

دو مراحل کے بارے میں پچھلے جمعہ میں، مَیں نے اپنی گفتگو جو اگرچہ اجمالاً تھی لیکن مکمل کر لی تھی کہ سیرت النبیؐ سے پہلے مرحلہ کے ضمن میں ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے اور دوسرے مرحلہ کے بارے میں کیا رہنمائی ملتی ہے! ـــ اور آج اصلاً مجھے تیسرے مرحلہ یعنی تربیت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ پچھلی مرتبہ اس پر ضمنی طور پر اور بر سبیلِ تذکرہ کچھ بات ہوئی تھی لیکن آج اس پر قدرے تفصیل سے گفتگو ہوگی ان شاء اللہ العزیز ـــ لیکن میں چاہوں گا کہ اس موضوع پر گفتگو سے قبل پہلے دو مرحلوں کے متعلق ہمیں جو رہنمائی ملتی ہے، ہم اسے تازہ کر لیں ـــ دعوت کے متعلق کیا رہنمائی ہے! پہلی ہے توحید۔ اور اس کے لئے مرکز و محور (Axis) ہے قرآن مجید، فرقان حمید ۔ دوسرے انقلابات سے انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس اعتبار سے بنیادی طور پر مختلف ہے کہ دوسرے جو دنیوی انقلابات ہیں، ان کے نظریات انسانوں کے ذہن کی پیداوار تھے۔ بالشویک یعنی اشتراکی انقلاب کا فلسفہ کارل مارکس کے ذہن کی اختراع تھا۔ اسی طریقہ سے انقلابِ فرانس کا فلسفہ والٹیئر اور روسو اور دوسرے بہت سے مفکّرین کے ذہنوں کی پیداوار تھا۔ اسلامی انقلاب کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ ہے جو وحی کے ذریعہ سے جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو عطا ہوا۔ لہٰذا اس نظریہ کی نشر و اشاعت کے معنی کیا ہوں گے! قرآن حکیم کی نشر و اشاعت۔ اس کی تبلیغ، اس کے ذریعہ سے دعوت، اس کے ذریعہ سے تبشیر و انذار، اس کے ذریعہ سے تذکیر و نصیحت ـــــ دوسری یہ کہ قرآن انسان کے لئے جو ہدایت لے کر آیا ہے، اس میں یقیناً انفرادی زندگی کے لئے بھی رہنمائی ہے۔ اور اجتماعی زندگی کے لئے بھی رہنمائی ہے۔ قرآن کے موضوعات انفرادی اعمال و افعال بھی ہیں، اجتماعی اقدار بھی ہیں لیکن انقلابی عمل کیلئے اس کے اس حصہ کو زیادہ نمایاں کرنا ہوگا جس کا تعلق اجتماعی نظام کے ساتھ ہے۔ میں نے عرض کیا تھا

کہ دو اہم نکات ہیں جو ہمیں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت میں ابتداء ہی سے نظر آتے ہیں۔ ایک توحید ۔ چنانچہ آپ نے سنا ہوگا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مکّہ کی گلیوں میں دعوت کے لئے نکلا کرتے تھے تو صحیح روایت میں آتا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے: یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا ۔ " لوگو! کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم کامیاب ہوجاؤ گے"۔ دوسرا اِنذارِ آخرت ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ آپؐ نے کوہِ صفا پر جو پہلا عوامی خطاب فرمایا ہے، اس میں انذارِ آخرت پر ہی زور تھا۔ پس معلوم ہوا کہ توحید اور انذارِ آخرت اصل میں دعوتِ محمّدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ و السّلام کے دو اہم نکات ہیں ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلی گفتگو میں، مَیں نے یہ وضاحت کی تھی کہ انذارِ آخرت کا زیادہ تر تعلق انسان کی انفرادی سیرت و کردار کی تعمیر سے ہے۔ اس کو میں آج ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کروں گا ۔ البتّہ اجتماعی نظام کا جو معاملہ ہے وہ درحقیقت متعلق ہے نکتۂ توحید کی تین توضیحات، بدیہیات، مضمرات (COROLLARIES) سے ۔ اور وہ ہیں:

نمبر ایک: اللہ ہی ہے سب کا پیدا کرنے والا ۔ لہٰذا اس عالمِ آب و گِل میں انسان کے لئے کامل سماجی مساوات ہے۔ پیدائشی طور پر کوئی اعلیٰ نہیں۔ کوئی ادنیٰ نہیں۔ برہمن اور شودر اور کالے اور گورے کی کوئی تقسیم اسلام میں نہیں ہے۔ سب کا پیدا کرنے والا ایک اللہ اور سب کے سب پہلے انسانی جوڑے حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ حوّا کی نسل سے ہیں۔ لہٰذا پیدائشی طور پر دنیا کے تمام انسان مساوی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ عقیدۂ توحید کا لازمی اور لابدی نتیجہ ہے "وحدتِ اِلٰہ و ربّ اور وحدتِ آدم و حوّا کا انقلابی تصوّر و نظریہ" جس کی رو سے تمام انسان ایک عالمی برادری میں شامل ہوجاتے ہیں۔ نسل، رنگ، لسان اور وطن کی بنیاد پر انسانوں کے اعلیٰ و ادنیٰ ہونے کی تقسیم یکسر ختم ہوجاتی ہے اور سماجی سطح پر کامل مساوات قائم ہوجاتی ہے ۔

نمبر دو: حاکمیتِ مطلقہ صرف اللہ کے لئے ہے ۔ انسانی حاکمیتِ مطلقہ کی نفی۔ ع "تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے"۔ بس کی گانٹھ یہی انسانی حاکمیتِ مطلقہ کا تصوّر ہے۔ حاکمِ مطلق صرف اللہ ہے۔ کوئی انسان حاکمِ مطلق نہیں ہوسکتا۔ نہ کوئی فرد، نہ کوئی خاندان، نہ کوئی قوم اور نہ پوری نوعِ انسانی۔

لہ اس موضوع پر محترم ڈاکٹر صاحب کے ایک مختصر لیکن انتہائی جامع مضمون "قرآن اور امنِ عالم" کا مطالعہ مفید ہوگا جو کتابچے کی شکل میں دستیاب ہے (مرتّب)

قرآنِ حکیم انسان کی حاکمیت کے بجائے خلافتِ عمومی کا نظریہ پیش کرتا ہے ۔
نمبر تین: ہر شے کا مالکِ حقیقی صرف اللہ ہے ۔ انسان امین ہے ۔ اللہ کی مرضی کے مطابق تصرّف کرے گا تو صحیح ہے ۔ ورنہ غلط ہے، اس کا ہاتھ پکڑ لیا جائے گا۔

اجتماعیتِ انسانی سے متعلق یہ تین انقلابی نظریات ہیں۔ ایک کا تعلق ہے سماج کے ساتھ۔ معاشرتی نظام کے ساتھ۔ دوسرے کا تعلق ہے معاشی و اقتصادی نظام کے ساتھ اور تیسرے کا تعلق ہے سیاسی نظام کے ساتھ۔ یہ سب ایمان بالتوحید کے شجرۂ طیبہ کے برگ و بار ہیں۔ اس کے COROLLARIES ہیں۔ یہ سب کیا ہیں! "فقط اِک نقطۂ ایماں کی تفسیریں"۔ نقطۂ توحید کے یہ تین لازمی نتائج ہیں ـــــ لہٰذا اسلامی انقلاب کے لئے ان تین نکات پر زور دینا اور ان کو ـــــ EMPHASISE کرنا ضروری ہوگا۔ اگر ان کو نمایاں نہیں کیا جائے گا اور نماز و روزہ اور دیگر اعمال صالحہ ہی کی تبلیغ و تلقین ہوتی رہے گی تو مذہبی اصلاح کا کام تو بڑی حد تک ہو جائے گا۔ انفرادی سیرتیں بھی کچھ بدل جائیں گی لیکن انقلابی عمل کا آغاز نہیں ہوگا۔

پچھلی تقریر میں دوسرے مرحلہ یعنی تنظیم کے بارے میں، مَیں عرض کر چکا ہوں کہ سیرتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہمیں جو تنظیم نظر آتی ہے۔ اس کی اصل اساس یہ تھی کہ حضوؐر نے دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جس نے اس کی تصدیق کی اور جو ایمان لے آیا اب وہ ہمہ تن، ہمہ وجود اور ہمہ وقت مطیع ہوگیا۔ اب وہ چون و چرا نہیں کر سکتا۔ دنیا کے کسی اور قائد، کسی اور رہنما اور کسی اور لیڈر کی بات سے اختلاف ممکن ہے لیکن رسولؐ کی کسی بات سے بھی اختلاف ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں تو یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ آپؐ کے پاس علم کا وہ ذریعہ ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام نے اپنے والد سے فرمایا تھا۔ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا٥ ' ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا تھا پس میری پیروی کیجئے۔ میں آپ کو بتاؤں گا سیدھا راستہ کونسا ہے ـــــ بظاہر یہ الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ بیٹا باپ سے یہ کہے۔ دلیل کیا ہے! دلیل یہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو وحی الٰہی کے ذریعہ سے علمِ حقائق حاصل ہو رہا ہے جو باپ کو حاصل نہیں ہے۔ باقی رہا تجرباتی علم وہ والد کو زیادہ ہو تو ہو ـــــ رسول اور امّتی کے تعلق کی تفہیم کے لئے اس مجلسِ مشاورت کی روداد بڑی تابناک مثال ہے جو حضوؐر نے غزوۂ بدر سے پہلے مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی منعقد فرمائی تھی۔ اس موقع پر حضرت سعد ابن عبادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رئیس خزرج نے اس تعلق کے

لُبِّ لباب کو چند جملوں میں بیان کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا تھا : اِنّا آمنابکَ وصدّقناکَ۔ "حضورؐ آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں! آپؐ بھول جائیے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں کیا طے ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا۔ ہم آپؐ پر ایمان لا چکے۔ ہم آپؐ کی تصدیق کر چکے ہیں۔ ہم آپ کو اللہ کا رسول تسلیم کر چکے۔ اب ہمارے پاس کون سا اختیار باقی رہ گیا۔ اللہ کی قسم، آپؐ ہمیں حکم دیں گے تو ہم اپنی سواریاں سمندر میں ڈال دیں گے۔ اگر آپؐ حکم دیں گے تو ہم برق غماد تک جا پہنچیں گے چاہے ہماری اونٹنیاں دبلی اور لاغر ہو جائیں یا ختم ہو جائیں"—— اس تنظیم کے متعلق یوں سمجھئے کہ دنیا میں اس سے زیادہ مضبوط تنظیم کا آپ تصور کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ معاملہ ہے رسول اور امتی کا۔ لیکن چونکہ یہ کام آگے بھی ہونا تھا۔ اب تا قیامِ قیامت کسی نبی اور رسول کو آنا نہیں تھا۔ سوائے جھوٹے مدعیوں کے۔ ثلاثون کذابون اور دجّال کا معاملہ علاحدہ رکھئے۔ سچا نبی تو حضورؐ کے بعد کوئی آنا نہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے : لانبی بعدی —— تو آئندہ یہ تنظیم کس بنیاد پر ہو گی! اس کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی رہنمائی کے لئے بیعت کی سنّت چھوڑ دی۔ یعنی حضورؐ کے بعد اعلاءِ کلمۃ اللہ، اقامتِ دین اور اظہارِ دین الحق علی الدین کلّہ کے لئے جو تنظیم بنے وہ بیعتِ سمع وطاعت کے اصول پر بنے۔

غور فرمائیے کہ حضورؐ کو مختلف مواقع پر مختلف انواع کی بیعتیں لینے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ جب رسول اور امتی کا مضبوط تعلق و رشتہ موجود ہے تو بیعت کی اضافی ضرورت کیا تھی! —— لیکن حضورؐ نے یہ مختلف بیعتیں کیوں لیں!! میرے نزدیک یہ اس لئے لی گئیں تاکہ کسی خالص دینی ہیئتِ اجتماعیہ کی تشکیل کے لئے ہمارے سامنے حضورؐ کی سنّت موجود رہے —— میں آغاز میں حضرت عبادہ ابن صامتؓ کی حدیث آپ کو سنا چکا ہوں کہ حضورؐ بیعت بھی کیسی لیتے تھے! اس کے الفاظ کس قدر جامع ہیں اور کس طرح Army Discipline والی بات کا مکمل احاطہ کر لیتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس ایک حدیث میں ایک اسلامی تنظیم وجماعت کا پورا دستور موجود ہے —— پھر حدیث بھی کس پائے کی ہے! متفق علیہ —— اسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح ہونے کا اس سے بلند کوئی اور مقام نہیں ہے کہ اس پر یہ دو جلیل القدر ائمہ حدیث متفق ہو جائیں —— میں عرض کر دوں گا کہ اس اہم بالشان حدیث اور اس کی ترجمانی نہایت غور اور پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیے۔ حدیث ہے :

عن عبادۃ بن الصامت قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اھلہ وعلی ان نقول بالحق اینما کنا لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم :

"حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ" ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت کی کہ جو حکم آپؐ ہمیں دیں گے ہم مانیں گے۔ چاہے آسانی ہو، چاہے تنگی ہو۔ چاہے وہ ہمارے نفس کو اچھا لگے چاہے ہمیں اس کے لئے اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔ چاہے آپؐ دوسروں کو ہم پر ترجیح دیدیں اور جس کو بھی آپؐ امیر مقرر فرمادیں گے، ہم اس کا حکم مانیں گے اور اس سے جھگڑیں گے نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو ہماری صحیح رائے ہوگی اور صحیح مشورہ ہوگا اور جس بات کو ہم حق سمجھیں گے اس کو ضرور بیان کریں گے ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اللہ کے معاملہ میں حق بات کہنے سے ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈریں گے۔"

میں پھر اپنے اس گہرے تأثر اور احساس کا اعادہ کر رہا ہوں۔ یقیناً آپ حضرات بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ اس ایک حدیث کے اندر اس جماعت کے نظم اور دستور کا مکمل نقشہ موجود ہے جو اسلامی انقلاب کے لئے وجود میں آنی چاہیئے ـــــ بہرحال یہ باتیں تو کسی درجہ میں، پچھلے جمعہ کو میں عرض کر چکا ہوں۔ اس وقت صرف ان کا اعادہ مقصود تھا۔ اب آئیے آج کی گفتگو کے موضوع کی طرف اور وہ ہے تربیت۔

سب سے پہلے تو اس تربیت کی اہمیت کو سمجھیئے۔ اگرچہ میرا خیال ہے کہ اس پر مجھے زیادہ وقت لینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بار بار چند اشعار سنائے ہیں۔ یہ اشعار میں آپ کو اس لئے سنایا کرتا ہوں کہ بعض حقائق کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کرنے میں ہم بہت سا وقت لے لیں۔ تب بھی شاید وہ مسئلہ اتنا نکھر کر ذہن کی گرفت میں نہ آئے جتنا بعض اشعار کے حوالہ سے وہ واضح ہو جاتا ہے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود فرمایا: ان من الشعر لحکمۃً وان من البیان لسحرًا۔ بہت سے اشعار ایسے ہوتے ہیں جن میں بڑی پختہ اور پرحکمت باتیں بڑی جامعیت کے ساتھ سمودی گئی ہوتی ہیں اور بہت سی تقاریر ایسی ہوتی ہیں، جن میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے" ـــــ تو میں نے آپ کو اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر بارہا سنایا ہے کہ ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پہ بنیاد نہ رکھ، تعمیر نہ کر!

کچے پکے لوگوں کو جمع کر کے اگر کوئی کام شروع کیا جائے۔ خاص طور پر انقلاب کا کام۔ جہاں تصادم کا شدید ترین مرحلہ آتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ناکامی کا سبب پہلے ہی سے خود فراہم کر لیا ہے۔ اس لئے کہ کچے پکے لوگوں کے ہاتھوں کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اس کام کے لئے بہت پختہ لوگ اور بہت مضبوط لوگ درکار ہیں ــــ اسی کو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے کہ ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

پختہ ہونا لازم ہے۔ خام لوگوں سے کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ میں اس بات کو بغرضِ تفہیم یوں بیان کیا کرتا ہوں کہ آپ اگر ریت کے بڑے بڑے گولے بنا لیں اور پھر انہیں کسی دروازے یا کھڑکی کے شیشے پر پوری قوت سے دے ماریں تو شیشے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس پر تو بال بھی نہیں پڑے گا۔ ہاں آپ کے پھینکے ہوئے ریت کے گولے بکھر جائیں گے۔ لیکن اسی ریت کو آپ بھٹی میں پکا کر پختہ اینٹ بنا لیں۔ پھر اس اینٹ کو شیشے پر دے ماریں تو نتیجہ برآمد ہوگا۔ شیشہ کھیل کھیل ہو جائے گا ــــ علامہ نے بڑے ہی پیارے اور بڑے ہی مؤثر انداز میں فارسی میں اسے خوب ادا کیا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اس میں ۲ + ۲ کے مراحل کو ایک ایک مصرع میں سمو دیا ہے۔ ؎

با نشۂ درویشی درساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

پہلا مرحلہ ہے تیاری کا۔ اس کے لئے درویشی چاہیئے۔ فقر چاہئے۔ خاک میں ملنا پڑے گا آگ میں جلنا ہوگا۔ آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنا پڑے گا۔ نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہوگا ان سب سے گزر کر پھر جب پختہ ہو جاؤ تو ع "چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن" ــــ تو پھر اپنے آپ کو سلطنتِ جم پر دے مارو۔ یعنی اسلام یہ بھی نہیں چاہتا کہ بس اپنی ذاتی اصلاح ہی کو مقصود و مطلوب بنا لو۔ اپنے خانقاہی نظام ہی میں لگے رہو۔ نسلاً بعد نسلٍ وہی نظام چلتا رہے اور ایک مسلمان کا خانقاہی مزاج ہی پختہ تر ہوتا چلا جائے اور میدان میں آنے کا مرحلہ ہی نہ آئے بلکہ وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو جائے۔ تیاری ضرور کرو، بغیر تیاری کے

میدان میں آگئے تب بھی مار کھا جاؤ گے۔ لیکن یہ کہ تیاری ہی ہوتی رہے۔ باطل کے خلاف نبرد آزما ہونے کا خیال دل میں بھی نہ آئے تو وہ تیاری بے کار ہو جائے گی[1]۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ واقعہ یہ ہے کہ علامہ نے ۳+۳=۶ چھ مراحل کو اس ایک شعر میں بڑی جامعیت کے ساتھ سمو دیا ہے۔ پہلے مصرع میں تمہیدی مراحل خاص طور پر تربیت و تیاری کا ذکر آگیا اور دوسرے مصرع میں تکمیلی مراحل میں سے آخری مرحلے مسلح تصادم کا بیان آگیا: چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن۔

پس ان اشعار کے حوالہ سے تربیت و تیاری کی اہمیت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ اور اس کا ہدف بھی متعین ہو جاتا ہے۔

اس تربیت کے ضمن میں وہ بات بھی پیشِ نظر رکھنی ضروری ہے جو میں نے پچھلی مرتبہ عرض کی تھی اور آج بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ظاہر بات ہے کہ اگر اشتراکی انقلاب لانا پیشِ نظر ہے تو اس فلسفے میں روحانی و اخلاقی اقدار سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے لئے کارکنوں کی مادی تربیت کافی ہے۔ لیکن اگر اسلامی انقلاب لانا مقصود ہو تو اسلام کی جڑ اور بنیاد ہی روحانیت ہے۔ اخلاقیات کو اس میں اساسی اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا جب تک کارکنوں کی تربیت میں یہ چیزیں نہ آئیں۔ جب تک وہ ان دونوں اقدار کا پیکر نہ بن جائیں تو پیشِ نظر انقلاب میں کہاں سے وہ اقدار آجائیں گی! اور کہاں سے وہ ابعاد (DIMENSIONS) آجائیں گے جو اس نظام کے لازمی اجزاء میں سے ہیں جو آپ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا بنیادی طور پر فرق واقع ہو جائے گا۔ ایک تربیت وہ ہے جو کسی دنیوی اور مادی انقلاب کے لئے کافی ہے اور ایک تربیت وہ ہے جو اسلامی انقلاب کے لئے درکار ہے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

---

[1] اس موضوع پر ارمغانِ حجاز میں علامہ اقبال کے یہ اشعار بھی نہایت موزوں ہیں ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری ۔۔۔ کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بُوئے رہبانی ۔۔۔ یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالمِ پیری
شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو ۔۔۔ کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری!

(مرتب)

اس بات کو ذہن میں رکھیئے کہ جو حزب اللہ وجود میں آئے گی اس کے متعلق پہلے یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ اس حزب اللہ کے سامنے ہدف کیا ہے ! اگر ہدف اسلامی انقلاب ہے تو لازماً پھر یہ غور کرنا ہوگا کہ اس کے لیئے کس قسم کے کارکن درکار ہیں ! وہ نقشہ کیا ہے جس کے مطابق کارکنوں کو جدوجہد کرنی ہے ! آپ کو معلوم ہے کہ کسی مہم کے لیئے ایک ہدف (TARGET) معیّن کیا جاتا ہے۔ پھر اسی کی مناسبت سے اسباب و وسائل مہیّا کیئے جاتے ہیں۔ یہ بھی طے کرنا ہوتا ہے کہ اس مہم کے لیئے کس نوع کے اوصاف اور صلاحیتیں رکھنے والے کارکن اور کس قسم کی سیرت و کردار کے لوگ درکار ہیں۔ اس بات کو سمجھانے کے لیئے میں چند مزید باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے : كُونُوا رَبَّانِيِّينَ ۔ "اللہ والے بنو"۔ جب تک اللہ والے وجود میں نہیں آئیں گے، اسلامی انقلاب کا کوئی سوال نہیں محض عسکری تربیت ہو، محض ڈسپلن کی عادت ہو اور محض چلت پھرت ہو، محض حرکت ہو۔ تو ان چیزوں سے انقلاب نہیں آتا۔ خواہ ان چیزوں کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کوئی سماں بندھ جائے اور لوگ مرعوب ہو جائیں ـــ لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ اس کام کے لیئے اللہ والے درکار ہیں جس کے لیئے ایک اور آیت میں لفظ آیا ہے رِبِّيُّونَ ـــ فرمایا گیا: وَكَأَيِّنْ مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا[۱] " اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر 'ربّیون'، یعنی اللہ والوں نے جنگ کی ہے، قتال کیا ہے تو وہ ان مصیبتوں کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پہونچیں نہ پست ہمت ہوئے، نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ انہوں نے دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے"۔ اس آیت میں جو لفظ 'وھن' آیا ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔ اس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اب یہی لفظ ضعف اس آیت میں آگیا ہے ساتھ ہی استکانہ کا بھی لفظ آیا ہے جس کے معنی بھی کمزوری کے ہیں۔ اگرچہ ان تینوں الفاظ میں کمزوری کا مفہوم مشترک ہے۔ لیکن ان تینوں میں ایک باریک اور نازک سا فرق بھی ہے۔ موت سے خوف اور زندگی سے محبّت دل میں جو کمزوری پیدا کرتی ہے وہ 'وھن' ہے۔ اسی مفہوم میں یہ لفظ ایک حدیث میں بھی آیا ہے[۲]

۱ه مشکوٰۃ۔ باب تغیر الناس ص ۴۵۹

جسمانی کمزوری اور قوتِ ارادی کی کمزوری سے عمل میں جو تعطّل پیدا ہوتا ہے وہ 'ضعف' ہے۔ اس کی وجہ حریف کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کی کمزوری اور بزدلی 'استکانت' ہے ۔ چنانچہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کے حواریین جہاں شجاع، بہادر اور جنگجو تھے اور کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی ان کے پاس پھٹکی بھی نہیں تھی، وہاں وہ رِبِّیُّوْن یعنی اللہ والے بھی تھے۔ بلکہ اگر آیت کے اسلوب کے پیشِ نظر یہ مفہوم لیا جائے کہ ان میں شجاعت، پامردی، جان نثاری کے اوصاف پیدا ہی اس باعث ہوئے تھے کہ وہ رِبِّیُّوْن تھے، اللہ والے بن چکے تھے، اللہ کی راہ میں جان دینا ان کو زندگی سے عزیز تر ہو گیا تھا۔ تو یہ بھی صحیح ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کا اوّلاً اللہ والا ہونا لازمی ہو گا اور یہی للّٰہیت ان میں وہ بہادری دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرے گی کہ وہ اپنے سے دوگنی نہیں، دس گنی بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کی کفّار کی فوج سے بھی بے پروانہ وار ٹکرائیں گے۔ ان کو اللہ کی راہ میں گردن کٹانے کی آرزو اور تمنّا سے عزیز تر کوئی چیز نہیں ہو گی۔ اگر صرف عسکری قوّت ہی ہے۔ صرف مادّی تربیت ہی ہے۔ صرف تنظیم ہے لیکن اللہ سے تعلق مضبوط نہیں ہے، کمزور ہے تو وہ کام نہیں ہو گا جسے اسلامی انقلاب، اعلائے کلمۃ اللہ، اقامتِ دین اور اظہارِ دینِ الحق علی الدّین کلّہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی انقلاب کے لئے جہاں تنظیم ضروری ہے اور اس میں انتہائی مضبوط ڈسپلن ضروری ہے۔ وہاں اس تنظیم کے کارکنوں میں رِبِّیُّوْنَ ۔ اللہ والے ہونے کے اوصاف لابدمنہ ہیں۔ ان کے بغیر محض تنظیم اور محض ڈسپلن اسلامی انقلابی عمل کے لئے ہرگز کفایت نہیں کریں گے۔

اس کیلئے میں ایک اور مثال دیا کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہایت ذہانت کا ثبوت دیا تھا ایرانی جاسوسوں نے ۔ حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب انقلابِ اسلامی کے بین الاقوامی مرحلہ کی تکمیل کے لئے جنگیں ہو رہی تھیں تو دو بڑے بڑے محاذ کھل گئے تھے۔ ایک شام کا محاذ اور دوسرا ایران کا محاذ — اور ایران کی افواج کا سپہ سالار تھا رستم اس نے چند ایرانی جاسوس بھیجے کہ مسلمانوں کی فوجوں کے حالات معلوم کریں اور رپورٹ دیں تاکہ اندازہ ہو کہ ان کے عزم و ہمّت اور حوصلہ و ولولہ (MORALE) کا عالم کیا ہے؟ ان کا رنگ ڈھنگ کیا ہے؟ ان کے شب و روز کیسے ہیں ۔ بے سروسامان اور لوٹ مار کی خوگر اس عرب قوم کی کایا پلٹ اور قلبِ ماہیت کے اسباب کیا ہیں! سامانِ جنگ ان کے پاس کس درجہ کا ہے! رسد رسانی کے انتظامات کیا ہیں؟ فوجوں کی اصل تعداد کیا ہے! وغیرہم۔ تاکہ وہ اس تحقیق

کی روشنی میں اپنے لئے جنگ کی حکمتِ عملی مرتب کر سکے ۔ ان تحقیقات سے یقیناً مدد ملتی ہے اور اگر کسی سمت میں کمزوری یا ضعف نظر آجائے تو اس سے حریف بھرپور فائدہ اٹھانے کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ان جاسوسوں نے مسلمانوں کے لشکر میں گھوم پھر کر حالات معلوم کئے ــ اس کے لئے کیا بھیس بدلا ہوگا اور کیا کیا پاپڑ بیلے ہوں گے! مجھے اس سے بحث نہیں۔ مجھے تو اصل میں ان کی رپورٹ آپ کو بتانی ہے ــ انہوں نے واپس جاکر رستم کو جامع ترین الفاظ میں جو رپورٹ دی ہے وہ یہ تھی کہ "یہ عجیب لوگ ہیں، هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَفُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ ۔ یہ رات کے راہب اور دن کے شہسوار نظر آتے ہیں"۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں راہب بھی تھے اور فوجیں بھی اور جو فوجی تھے وہ دن کو بھی فوجی، رات کو بھی فوجی۔ جبکہ ایرانی جاسوسوں کی رپورٹ مسلمان فوجوں کے متعلق یہ تھی کہ: ھم رھبان باللیل وفرسان بالنھار یہ رات کے راہب ہیں۔ ان کی راتیں اپنے اللہ کے حضور میں قیام و سجود، الحاح و گریہ اور دعاء و مناجات میں بسر ہوتی ہیں۔ ان کی ڈاڑھیاں اور ان کی سجدہ گاہیں خشیتِ الٰہی کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ اور یہی لوگ دن کو شہسوار اور جنگجو نظر آتے ہیں اور میدانِ جنگ میں برق کی مانند کوندتے، لپکتے جھپٹتے ہیں۔ اور اس راہ میں گردن کٹا دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں ــ جبکہ دنیا آج تک فوجیوں کے جن طور طریقوں سے واقف چلی آرہی ہے وہ تو یہ ہیں کہ ان کی راتیں شراب و کباب اور شباب سے کھیلنے میں بسر ہوتی ہیں۔ جس بستی یا اس کے گرد ونواح میں کسی فوج کا پڑاؤ ہو جائے تو کیا وہاں کسی جوان خاتون کی عصمت و عفت محفوظ رہ سکتی ہے! لیکن مسلمان وہ انوکھے، نرالے اور اعجوبۂ روزگار سپاہی تھے کہ ان کی شخصیت کے یہ دو رُخ ھم رھبان باللیل وفرسان بالنھار ــ اتنے ظاہر و نمایاں تھے کہ غیر مسلم ایرانی جاسوسوں کو بھی نظر آگئے ــ تو یہ جو دو متضاد کیفیات کو جمع کر دیا ہے یہ ہے درحقیقت کمال تربیتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ۔

یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ اس زمانے میں یہ دونوں اقسام دنیا میں موجود تھیں ــ شام و فلسطین کے علاقوں میں راہب اور راہب خانے بڑی کثرت سے موجود تھے ۔ ایران اور روما اس وقت کی دو عظیم ترین سلطنتیں تھیں اور ان کے درمیان وقفہ وقفہ سے سالہا سال تک جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ ایرانی تو راہبوں اور ان کے روز و شب کے معمولات سے واقف تھے۔ آپ حضرات نے بھی بحیرہ راہب کا نام سن رکھا ہوگا جس نے حضورؐ کو بچپن میں پہچانا تھا ــ جب آپؐ ابوطالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلہ میں شامل ہو کر شام تشریف

لے گئے تھے۔ کہ آپؐ نبی آخرالزماں ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کیجئے کہ اس راہب کا کتنا علم اور کتنا فہم ہوگا! اسی طریقہ سے حضرت سلمان فارسیؓ کی داستان میں کئی راہبوں کا ذکر آتا ہے۔ اور ایک آخری راہب ہی نے جبکہ وہ بسترِ مرگ پر تھا حضرت سلمانؓ کے یہ پوچھنے پر کہ آپ کے بعد میں کس کے پاس جاؤں! تلاشِ حقیقت کی میری جو پیاس ہے وہ ابھی بجھی نہیں ہے اور آپ کے انتقال کا وقت آگیا ہے تو اسی نے بتایا تھا کہ کھجوروں کی سرزمین میں آخری نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ وہ وقت آچکا ہے۔ لہٰذا کوشش کرو شاید کہ تم ان کے قدموں تک پہونچ جاؤ۔ حضرت سلمانؓ نے اسی راہب کی نصیحت پر جنوب کی طرف سفر اختیار کیا تھا۔ راہ میں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں نے غلام بنا کر بیچ دیا اور یثرب (مدینہ منوّرہ) کے ایک یہودی نے ان کو خرید لیا۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ حضورؐ ابھی وہاں تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ لیکن اب تو یہ غلامی کے بندھن میں بندھ گئے ہیں مکہ نہیں جا سکتے۔ خبریں سن رہے ہیں کہ راہب نے جو بات کہی تھی شاید اس کا ظہور مکّہ میں ہو گیا ہے ایک شریف وکریم النفس اور امین و صادق القول انسان نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے ـــــ تو میں عرض کر رہا تھا کہ راہب تھے اور یقیناً ان میں چند بڑے خدا رسیدہ راہب تھے۔ لیکن وہ راہب، دن کے بھی راہب تھے اور رات کے بھی راہب۔ ان کے ہاتھ میں تلوار کبھی نظر نہیں آسکتی۔ وہ کسی میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے نظر نہیں آسکتے ـــــ پھر فوجیں جس قسم کی ہوا کرتی تھیں اور ہوا کرتی ہیں۔ ان کے کردار کے متعلق میں عرض کر چکا ہوں۔ مزید برآں اس دور میں رومن ایمپائر اور سلطنتِ کسریٰ کی لاکھوں کی تعداد میں وقت کے اعلیٰ ترین اسلحہ سے لیس اور بہترین تربیت یافتہ عسکری قوّت موجود تھی۔ اگرچہ عرب اس وقت ان دونوں چیزوں سے نابلد تھے ـــــ پھر تعداد کے تناسب کا یہ عالم تھا کہ دورِ نبوّت میں جنگِ موتہ کے موقع پر مسلمانوں کے تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں رومیوں کی ایک لاکھ کی فوج آگئی تھی[1] تو ان دونوں مملکتوں کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ لیکن مسلمان مجاہدین کا عالم یہ تھا کہ بحر رکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا۔

جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تربیت کا یہ کمال ہے کہ ان دو متضاد چیزوں کو ایسے

---

[1] دورِ فاروقی میں جنگِ یرموک کے موقع پر خود رومی مؤرخین کی مستند کتب کی رو سے اسلامی لشکر کی کل تعداد پینتیس ہزار تھی جبکہ رومی سپاہ کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے مابین تھا۔ (مرتب)

جمع کیا ہے کہ مسلمان رات کے راہب ہیں اور دن کے مجاہد اور مردِ میدان ہیں۔ جب تک یہ دونوں اوصاف جمع نہیں ہوں گے وہ اسلامی انقلاب کبھی نہیں آئے گا جو اصل مقصود ہے۔ اور جو بپا فرمادیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ــــ اور یہ اصل میں نتیجہ تھا حضورؐ کی تربیت کا کہ اہلِ ایمان رھبان باللیل وفرسان بالنھار کا ایک ایسا مرقع بن گئے تھے جو دشمنوں کو بھی چشمِ سر سے نظر آتا تھا۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس تربیت و تزکیہ کے لئے بنوامیہؔ کے دور ہی میں راہبانہ اور خانقاہی نظام بنا تھا۔ جو بہت مؤثر رہا ہے اور اس نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ لیکن وہ نظام انقلابی کارکن پیدا نہیں کرسکتا۔ وہ نظام اس وقت بنا جب اسلامی حکومت قائم تھی۔ اگرچہ اس میں ایک خرابی پیدا ہوگئی تھی اور وہ تھی اوپر کی سطح پہ ـ تشکیل حکومت کی سطح پہ جو حقیقی شورائی نظام تھا کہ جو بھی خلیفہ بنایا جائے وہ کسی خاندانیت اور قبائلیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے باہمی مشورے سے بنایا جائے تو یہ چیز ختم ہوگئی تھی لیکن پوری اسلامی مملکت میں اسلامی قانون رائج تھا۔ فقہاء تھے، مفتی حضرات تھے، قاضی تھے، عدالتیں تھیں اور اسلام کا پورا دیوانی اور فوجداری قانون رائج تھا۔ حدود اللہ جاری تھیں، تعزیرات کا اجراء ہورہا تھا۔ لہٰذا اس دور میں کسی انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جب انقلابی جدوجہد کی ضرورت نہیں تو انقلابی تربیت کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کا نظامِ تربیت خالص خانقاہی طرز اور مزاج کا بن گیا تھا۔ جس میں تربیت دی جارہی ہے، قلوب کا تزکیہ کیا جارہا ہے۔ اذکار و اشغال مسنونہ کی تلقین کی جارہی ہے۔ لوگوں کی نفسیات کے پیشِ نظر انہیں مختلف نفلی، مستحب اور مباح دینی وظائف کی تعلیم دی جارہی ہے ـــــ پیشِ نظر انفرادی اصلاح ہے چونکہ مقبوضات اسلامیہ میں اسلام کا اجتماعی قانون نافذ ہے چنانچہ انقلاب کے لئے کارکنوں کی تربیت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کارکنوں کو اس اعتبار سے میدان میں لانے کی حاجت ہی نہیں تھی۔ لہٰذا انقلابی تربیت اور انقلابی تصوّرات والا حصہ اس خانقاہی تربیت میں نہیں تھا۔

حاشا وکلاّ میں اس بات کو کسی توہین، تنقیص، اور تنقید کے طور پہ نہیں کہہ رہا۔ میری بات کو سمجھئے۔ میں اسے ایک واقعہ کے طور پہ بیان کر رہا ہوں کہ انقلاب کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ اسلامی قانون نافذ ہے۔ معاشرہ کے اندر اسلامی شعائر نافذ کئے جارہے ہیں۔ جمعوں کا، خطبوں کا، مساجد کا، دینی مدارس کا نظام موجود ہے۔ فقہ اسلامی جاری وساری ہے۔ شرعی عدالتیں قائم ہیں،

مقدمات کا فیصلہ شریعتِ اسلامی کے مطابق ہو رہا ہے۔ معاشرتی مساوات کا عالم یہ ہے کہ اسلام کی تابناک ماضی کی تاریخ میں قرآن وحدیث، کتاب وسنّت، فقہ وقانون کی درس و تدریس، تعلیم وتعلّم اور ترتیب وتدوین کی مسندوں پر اکثریت ان بزرگانِ دین کی متمکن نظر آتی ہے جو آزاد کردہ غلام تھے یا غلام زادے تھے۔ جو کفش ساز یا کفش دوز تھے جو روغن یا پارچہ فروش تھے ــــ قاضی حضرات بڑے بڑے باجبروت خلفاء بلکہ صحیح تر الفاظ میں ملوک وسلاطین کو مدعی علیہ یا شاہد کے طور پر عدالت میں حاضر ہونے کے پروانے جاری کر دیتے تھے۔ حکومت کی سطح پر زکوٰۃ، عشر اور خراج کی تحصیل وتقسیم کا انتظام تھا۔ معاشی ناہمواری اور فرق وتفاوت بہت کم تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا اٹل اصول نہ صرف تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ اس دائرے کے اندر اندر قانون سازی ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہئیتِ اجتماعیہ کی صواب دید پر چھوڑ دیا تھا۔ تو ان حالات میں انقلابی طرز و نوعیت کی جد وجہد کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہاں جو تربیت درکار تھی وہ یہ تھی کہ اچھے مسلمان وجود میں آئیں۔ خداترس لوگ معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ موجود رہیں۔ ایسے لوگ چشم سر سے نظر آئیں جن کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت پرکاہ سے بھی فروتر ہو۔ آخرت ہی جن کا مطلوب ومقصود ہو۔ لوگوں میں امانت ہو، دیانت ہو، شرافت ہو، ہمدردی ہو، دمسازی ہو، دلوں میں خدمتِ خلق کا بے پناہ جذبہ ہو۔ یہ چیزیں درکار تھیں۔ لہٰذا ان مقاصد کے حصول کے لئے خانقاہی نظام بنایا گیا اور صحیح بنایا گیا۔

میں اس کا ذکر اس لئے کیا کرتا ہوں کہ جب بھی تربیت کا تذکرہ آتا ہے تو ہر پھر کر ہمارا ذہن اس خانقاہی نظام کی طرف مبذول ہو جاتا ہے۔ چونکہ صدیوں تک ہمارا نظامِ تربیت وہی خانقاہی نظام رہا ہے۔ جب کہ درحقیقت حالات کی تبدیلی کے باعث ہدف مختلف ہو گیا ہے۔ اب کہیں بھی کامل اسلامی نظام عملاً اور بالفعل قائم و نافذ نہیں ہے۔ اب اسے قائم کرنے کی عملی جد وجہد کرنی ہے۔ اب انقلابِ اسلامی کے لئے تربیت دینی ہے۔ انقلابی تربیت میں جب وہ دونوں عنصر یعنی رھبان باللیل وفرسان بالنھار جمع کریں گے تب ہی حقیقی تربیت کی ضرورت پوری ہوگی۔ اگر محض خانقاہی تربیت ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ایک خاص قسم کا مزاج وجود میں آئے گا۔ وہ مزاج میدان میں آکر باطل کو للکارنے والا مزاج نہیں ہے۔ وہ مزاج تو یہ ہے کہ جو بھی خانقاہیں ہیں ان کی چار دیواری میں جو مرشدین ومزکّین بیٹھے ہیں۔ ان تک خود چل کر جو شخص پہونچے گا اسے وہ بزرگ اپنے تربیتی نظام سے گزار دیں گے۔ جو طالبین تزکیہ آجائیں۔ ان کو تزکیہ اور سلوک کی

وادیاں طے کرادی جائیں گی۔ ان خانقاہوں کے تربیت یافتہ لوگوں یا ان سے متعلق حضرات کا چہار دیواری سے میدان میں نکل کر باطل کو للکارنا، اس سے نبرد آزمائی اور نظام حق کو قائم کرنے کے لئے تن من دھن لگا دینا یہ عنصر درحقیقت اس خانقاہی طرز کی تربیت کے مزاج میں شامل نہیں ہے ـــ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے کلام میں دو قطعوں کی شکل میں خوب واضح کیا ہے۔ بڑا پیارا ان کا یہ قطعہ کہ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں — کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن — ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

تو خانقاہی تربیت کا ہدف کچھ اور ہے۔ اس کا نتیجہ کچھ اور ہے اور انقلابی یا مجاہدانہ تربیت کا ہدف کچھ اور ہوگا اور اس کا نتیجہ کچھ اور ہوگا۔ جہاں انقلاب کی ضرورت نہیں وہاں وہ خانقاہی تربیت کافی ہے لیکن جہاں پیش نظر انقلاب برپا کرنا ہے۔ جہاں مقصود ہو غلبہ دین کی جدوجہد کرنا تو ظاہر بات ہے وہاں وہ خانقاہی تربیت کافی نہیں ہوگی۔

اب اس گفتگو کا میں جو نتیجہ نکال رہا ہوں وہ کیا ہے! یہ کہ ہمیں بالکل OBJECTIVELY اور معروضی انداز میں دیکھنا ہوگا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تربیت کیا تھا! علامہ اقبال نے اسی فرق کو واضح کیا ہے اس دوسرے قطعہ میں جس کا ابھی میں نے حوالہ دیا تھا اور جو میں کئی بار آپ کو سنا چکا ہوں کہ ؎

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل — یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلک مردان خود آگاہ و خدامست — یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

اللہ اکبر کی تسبیح ایک مجاہد بھی کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو کسی خانقاہ میں بیٹھا ایک صوفی کر رہا ہے۔ لیکن ان دونوں تسبیحات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب دیکھئے الفاظ وہ استعمال کئے ہیں جو تصوف کے ہیں خود آگاہ اور خدامست۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بھی پہچان چکے ہیں اور محبت الٰہی میں مست ہو چکے ہیں[1] لیکن محبت الٰہی میں مست ہونے کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ آپ مجذوب ہو کر بیٹھ جائیں۔ آپ کی قوت عمل معطل ہو جائے اور ایک محبت خداوندی وہ ہے کہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر آپ میدان میں آئیں اور اللہ کے دین کے غلبہ

---

[1] بعض حضرات کے نزدیک یہ صوفیاء کرام کا قول ہے اور بعض کے خیال میں حدیث ہے کہ: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ (مرتب)

کے لیے اپنی گردن کٹوادیں۔ اب یہ دو نتیجے علاحدہ علاحدہ ہیں۔ لہٰذا ان کو علّامہ نے اپنے اس قطعہ میں نمایاں کیا ہے۔

اس قطعہ کے ذریعے واضح طور پر یہ فرق و تفاوت سامنے آجاتا ہے کہ ایک ہے مذہبی اور خانقاہی نظامِ تربیت اور دوسری ہے انقلابی و مجاہدانہ نظامِ تربیت۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور جو مجاہدانہ اور انقلابی تربیت ہے اس کا شاہکار ہے تربیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم۔ چنانچہ حضورؐ نے جن اصحاب کو تربیت دے کر تیار فرمایا وہ سرکف ہوکر میدان میں آگئے: یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کر رہے ہیں، قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔" ان کے لئے گویا زندگی کی آخری تمنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں گردن کٹ جائے جان چلی جائے اور شہادت کی موت حاصل ہوجائے۔ ان کے دلوں میں اس سے بڑی آرزو اور کوئی نہیں ہے۔ میں اس ضمن میں قرآن حکیم کے چند حوالے دینا چاہتا ہوں —— سورۂ فتح کے آخر میں فرمایا:

> هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝

یہ بات میں نے کئی مرتبہ عرض کی ہے کہ یہ آیت اور سورہ توبہ اور سورۂ صف کی آیات ۳۳ و ۹ ان آیاتِ مبارکہ میں سے ہیں جو اسلامی انقلاب کا عنوان بنتی ہیں[1]۔

> "وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو الہدٰی اور دین الحق دے کر تاکہ غالب کرے اسے پوری جنسِ دین پر۔ پورے نظامِ حیات پر اور اللہ کافی ہے بطور گواہ۔"

پورے نظام ہائے زندگی اور نظام ہائے اطاعت پر دینِ حق کا غلبہ ہی تو درحقیقت انقلابی عمل ہے۔ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے اس فرضِ منصبی کی ادائیگی میں جو کچھ کر سکتے تھے وہ کر گزرے تو اس کے لئے بطور گواہ اللہ کافی ہے۔ کسی اور کی گواہی کی اُن کو ضرورت نہیں —— اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ کام کون کریں گے یا یہ کام کس نے کیا! فرمایا:

> مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ

---

[1] اس موضوع کی مزید تفہیم کے لئے محترم ڈاکٹر صاحب کی تصنیف "نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت" کا مطالعہ ان شاء اللہ نہایت مفید ہوگا۔ (مرتب)

یہ در حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں۔ یہ ان سب کی مشترکہ جد و جہد اور سعی و محنت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کو کم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ تو انہیں اپنی کتاب مبین میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معین قرار دے رہا ہے۔

——— میں نے کئی مرتبہ یہ بات واضح کی ہے کہ اسلامی انقلاب اکیلے رسول کے ذریعے سے اگر ہو سکتا ہوتا تو کیوں نہ حضرت نوح علیہ السلام انقلاب برپا کر دیتے! کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے دین کو غالب نہ کر دیتے! لیکن ضرورت ہوتی ہے رسول کے ساتھ ایک ایسی جمعیت کی ایک ایسی جماعت کی جس کی رسول کے ساتھ TOTAL COMMITMENT ہو، پختہ عہد و پیمان ہو۔ جو اپنے آپ کو رسول کے مقصد کے لئے ہمہ تن وقف کر لے۔ کامل تعاون و اعانت کا عملی مظاہرہ دکھا دے۔ جہاں رسول کا پسینہ بہے وہ اپنے خون کی ندیاں بہا دے۔ وہ رسول کے چشم و ابرو کے اشارے پر اپنی گردنیں کٹوا دینے کو اپنے لئے دنیا کی عظیم ترین نعمت و سعادت سمجھے۔ جب تک ایسے لوگوں کی جماعت و جمعیت موجود نہ ہو انقلاب نہیں آ سکتا۔ اللہ کا دین غالب نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی امتیازی خصوصیت والی آیت مبارکہ: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ سے متصلاً بعد فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ——— یہ ہے ان دونوں آیات کا باہمی ربط و تعلق۔ یہ ہے نظم آیات۔ جس میں معانی و مفاہیم اور حکم و بصائر کے کبھی ختم نہ ہونے والے خزانے موجود ہیں۔ یہ ہیں جواہرات۔ یہ ہیں عجائبات جو قرآن و حدیث اور سیرت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معروضی طور پر تدبر اور غور و فکر کرنے والے طالب علم کے نصیب میں آتے ہیں۔

سورۂ فتح کی آخری آیت میں جس کا ابتدائی حصہ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ میں نے بیان کیا۔ آگے چل کر اس میں پہلے ان لوگوں کی سیرت کے دو اوصاف اور دو ابعاد ——— (DIMENSIONS) بیان ہوئے جو اسلامی انقلاب کے لئے درکار ہیں۔ وہ کیا ہیں! پہلے وصف کو آیت مبارکہ کے پہلے حصہ سے ملا کر سمجھئے۔ فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، کفار کے لئے نہایت سخت ہیں۔ آپس میں مسلمانوں کے حق میں نہایت نرم دل، شفیق، ہمدرد و دمساز ہیں"۔

اسی کو علاّمہ اقبال نے یوں تعبیر کیا ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم ! رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

کسی انقلابی جماعت میں پہلا وصف یہ درکار ہے ۔ وجہ کیا ہے ؟ غور فرمائیے ۔ ایک انقلابی شخص یہ سمجھتا ہے کہ رائج الوقت نظام باطل ہے، ظالم ہے، غلط ہے، استحصالی ہے ـــ اب جو اس نظام سے وفاداری کا رشتہ رکھتا ہے ۔ جو اس نظام کا قیّم ہے ۔ جو اس نظام کی گاڑی میں جُتا ہوا ہے ۔ وہ چاہے باپ ہو، چاہے بیٹا ہو، چاہے بھائی ہو، چاہے کوئی اور رشتہ دار ہو ۔ اب ان کے ساتھ اس انقلابی کارکن کا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا ـــ نظامِ باطل کی فرماں برداری ! نظام باطل کی وفاداری ! اگر یہ چیزیں کسی کے اندر ہیں تو ایک انقلابی شخص کے تمام روابط، تمام تعلقات حتّٰی کہ رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی ۔ تمام محبتیں ختم اور منقطع ہو جائیں گی ۔ یہ کام تربیتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام نے عملاً کر کے دکھایا ۔ میدانِ بدر میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، کفّار کے ساتھ ہیں اور باپ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے جلو میں سرفروشی کے لئے موجود ہیں ۔ عبدالمطلب کے ایک بیٹے عباس جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے، کفّار کے ساتھ اِدھر ہیں اور ایک بیٹے حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہم رکاب ہیں ۔ عتبہ ابنِ ربیعہ سپہ سالارِ لشکرِ کفار اُدھر ہے اور بیٹے ابو حذیفہ ابن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے ساتھ ہیں ـــ ماموں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِدھر اسلامی لشکر کے ساتھ ہیں اور بھانجا اُدھر کفّار کے ساتھ ہے ۔ اس طرح نہ معلوم کتنے قریبی رشتہ دار معرکۂ بدر میں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا رہیں ۔ تمام رشتے کٹ گئے ۔ اب یہاں قرابت داری کا کوئی سوال نہیں ۔ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایمان لانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ایک موقع پہ کہا " اباجان ! غزوۂ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے ۔ لیکن میں نے آپ کی رعایت کی ! اس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں " بیٹے تم نے یہ اس لئے کیا کہ تم اس وقت باطل کے لئے لڑ رہے تھے ۔ خدا کی قسم اگر کہیں تم میری تلوار کی زد میں آگئے ہوتے تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا اس لئے کہ میری جنگ حق کے لئے تھی " ـــ یہ ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ ۔ کفّار کے لئے انتہائی سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے نہایت رحیم، شفیق ـــ جنگِ یرموک کا ایک بڑا دل گداز واقعہ تاریخ میں آتا ہے جو رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ کی بڑی ہی نمایاں عکاسی کرتا ہے ـــ ایک زخمی کی آواز آتی ہے العطش العطش ۔ ایک مجاہد پانی لے کر اپنے زخمی بھائی کی طرف لپکتے ہیں کہ اچانک دوسری طرف سے ایک زخمی مجاہد کی آواز سنائی دیتی

ہے العطش العطش۔ وہ زخمی کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کی پیاس بجھاؤ۔ پانی لانے والے مجاہد اس کے پاس پہنچتے ہیں کہ تیسری طرف سے آواز آگئی العطش العطش۔ وہ کہتے ہیں کہ پانی پہلے اس بھائی کے پاس لے جاؤ۔ وہ ادھر لپکتے ہیں۔ پانی وہاں نہیں پہنچا ہے کہ زخمی کی روح پرواز کر گئی۔ وہ پلٹ کر دوسرے زخمی تک پہونچتے ہیں تو دیکھتے ہیں وہ بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکا ہے۔ پہلے زخمی کے پاس آئے ہیں تو وہ بھی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر چکا تینوں بغیر پانی پیئے چلے گئے لیکن سورہ حشر کی آیت ۹ کے درمیان میں مومنین صادقین کے لئے جو الفاظ مبارکہ آئے ہیں: وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ خواہ اپنے اوپر کتنی ہی تنگی ہو اہلِ ایمان اپنے دوسرے بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ یہ شہداء کرام اس کی عملی تصویر پیش کر گئے۔ پھر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جو مواخات قائم فرمائی، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے ــ پس ایک وصف ان کی شخصیت کا تو یہ ہے: أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ محبت کے، دوستیوں کے، قرابت داریوں کے پیمانے بالکل بدل گئے ہوں ــ اگر یہ نہیں ہوگا تو انقلابی جماعت نہیں ہے۔ ادھر بھی محبتیں ہیں۔ اُدھر بھی تعلقات ہیں۔ دل یہ بھی چاہتا ہے کہ اسلام کا غلبہ ہو جائے لیکن جو لوگ باطل کی گاڑی کھینچ رہے ہیں، ان سے بھی گاڑھی چھن رہی ہے۔ ان سے دلی دوستیاں بھی نبھائی جا رہی ہیں۔ تو ان طریقوں سے انقلاب نہیں آتا ــ تمام دلی محبتیں، تمام ہمدردیاں ان لوگوں کے لئے سمٹ آئیں جو راہ حق میں ان کے ہم سفر اور ساتھی ہیں۔ یہ ہے ہمارے دین اور ایمان کا تقاضا اور یہ ہے اسلامی انقلاب کے کارکنوں میں مطلوب و مقصود پہلا وصف!

اس رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا اللہ کی نگاہ میں کیا مرتبہ، کیا مقام اور کیا وقعت ہے اسے اس حدیثِ قدسی سے سمجھئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکار ہوگی: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ تَحْتَ ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي ــ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج کے اس خاص دن میں ان کو اپنے عرش کے سایہ میں پناہ دوں گا کہ اس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کہیں اور کوئی سایہ نہیں ہوگا ــ اسی أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی تشریح و توضیح اس حدیثِ مبارکہ میں بھی ہمارے سامنے آتی ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے کسی سے اللہ کے لئے محبت کی اور کسی سے اللہ ہی کے لئے علیحدگی اختیار کی اور جس کسی نے کسی کو اللہ کی خوشنودی کے لئے دیا جو کچھ دیا اور اللہ ہی کی رضا کے لئے روکا جو کچھ روکا تو یقیناً اس شخص نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی"۔

دوسرا وصف (DIMENSION) کیا ہے! یہ کہ :

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

"تم دیکھو گے ان کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متوالے اور متلاشی رہتے ہیں"۔

یہ دوسرا وصف ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے معمولات کا جزو لاینفک بن جاتا ہے۔ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کی تربیت کا یہ رُخ ہے جسے ایرانی جاسوسوں نے رہبان باللیل سے تعبیر کیا تھا۔ حضر ہو کہ سفر ہو، امن ہو کہ جنگ ہو، ان اللہ والوں کے ان مشاغل میں فرق نہیں آتا تھا۔ ایک طرف عالم یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے اللہ کے طاغیوں اور باغیوں سے تمام دوستیاں، محبتیں، تمام رشتہ داریاں اور تعلقات ختم ہو چکے ہوں اور بقول علامہ اقبال ؎

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے　　　تیغ کیا چیز ہے! ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

اور دوسری طرف کیفیت یہ ہے کہ ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز !!!　　　قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

اللہ والوں کی اس انقلابی جماعت کے کارکنوں کے سامنے علائق دنیوی اور سامانِ زیست کی محبت کے مقابلہ میں اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت کی اہمیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ جھڑکی بطور کسوٹی رہتی تھی کہ :

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ (توبہ : ۲۴)

"اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دیجئے اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور اپنے رشتہ دار اور اپنے وہ مال جو تم نے جمع کیے ہیں اور اپنے وہ کاروبار جن کے مندے کا تمہیں خطرہ اور اندیشہ رہتا ہے اور اپنے وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں جو تم نے بڑے ارمانوں سے بنائے اور سجائے ہیں۔ اگر یہ چیزیں تمہیں محبوب تر ہیں اللہ سے، اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے۔ تو جاؤ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں اور نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔"

اس آیت کے اختتام کا جو اسلوب ہے اس کے پیش نظر میں فَتَرَبَّصُوْا کی ترجمانی اور تعبیر یوں کیا کرتا ہوں" جاؤ دفع ہو جاؤ اور انتظار کرو حتٰی کہ اللہ تم جیسے فاسقوں کے متعلق اپنا فیصلہ فرما دے "۔ اسی لئے میں نے اس آیت کو جھڑکی اور کسوٹی سے بھی تعبیر کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ غالباً اسی آیت سے تاثر لے کر علامہ نے اپنی مشہور نظم " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " میں یہ شعر کہا ہے ؎

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ!

پس اللہ والوں کی جماعت کے دو اوصاف تو وہ ہوئے جو سورہ فتح کی آخری آیت کے اس ابتدائی حصہ میں آئے : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ لیکن اللہ والوں کی انقلابی جماعت کا تیسرا وصف، ایک تیسری **DIMENSION** ہے۔ بلکہ ایک کامل نقشہ کے اعتبار سے اصل میں سورۃ المائدہ کی وہ آیات ہیں جو میں نے آج آغاز میں تلاوت کی تھیں۔ ان میں آیت نمبر ۵۴ اہم ترین ہے۔ میں اب ان آیات کی تشریح اور توضیح کی طرف آتا ہوں۔

آیت ۵۴ میں فرمایا جا رہا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ "اے اہلِ ایمان! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا"۔ پھر جانے میں ہٹ جانے کا مفہوم بھی شامل ہے۔ اس سے ایک تو ظاہری ارتداد مراد ہے۔ کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے کافر ہو جائے یا کسی کذاب مدعیٔ نبوت میں سے کسی پر ایمان لے آئے، جیسے لوگ مسیلمہ پر ایمان لے

لے آئے ۔ ہمارے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لے آئے ۔ ایک تو یہ قانونی اور ظاہری ارتداد ہے لیکن ایک باطنی اور حقیقی ارتداد ہوتا ہے ۔ منافق کون تھے! وہ باطنی مرتد تھے۔ اندر سے کافر لیکن ظاہری طور پر مسلمان، قانونی اعتبار سے مسلمان ۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کی بھی نماز جنازہ حضورؐ نے پڑھائی ۔ بظاہر وہ مسلمان تھا لیکن بباطن مرتد کافر۔ اسی طریقے سے جو شخص بھی اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے میدان میں آتا ہے اور پھر اپنی جان کی محبت کی وجہ سے، رشتہ داروں کی محبت کی وجہ سے، مال و اسباب دنیا کی محبت کی وجہ سے اگر وہ پیچھے ہٹتا ہے۔ ــــ تو یہ بھی ارتداد ہے ۔ اگرچہ یہ قانونی ارتداد نہیں ہے ۔ جیسے منافق قانونی طور پر مرتد نہیں ہوتا۔ حقیقت کے اعتبار سے مرتد ہوتا ہے ۔ اسی طریقے سے جو شخص اقامتِ دین اور اظہار دین الحق علی الدین کلہٖ ۔ کی فرضیت کو سمجھ کر بھی دنیوی مفادات و تعلقات کی وجہ سے اس فریضہ کی ادائیگی سے جان چرا رہا ہے ۔ اپنی جان پیاری ہے، یا مال پیارا ہے ۔ یا دنیا پیاری ہے ۔ لہٰذا پیچھے ہٹ رہا ہے ۔ یہ بھی درحقیقت ارتداد ہے۔ گو اس پر قانونی ارتداد کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا ۔ انہی لوگوں کو یہاں للکارا جا رہا ہے : يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ ۔ " اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ یعنی ایمان کے مدعی ہو ۔ جو کوئی بھی تم میں سے ارتداد اور پسپائی اختیار کرے گا ۔ وہ سن رکھے ، فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ " اللہ تعالیٰ انہیں دفع کرے گا، انہیں **REJECT** کر دے گا ۔ اور کسی دوسری قوم کو لے آئے گا " ـــــ اور اس قوم کے ہاتھ میں اپنے دین کا جھنڈا تھما دے گا ۔ وہ قوم اللہ کے دین کے قیام و نفاذ کے لئے مجاہدہ کرے گی جس میں یہ یہ اوصاف ہوں گے ۔ اب اسی آیت میں آگے تین اوصاف وارد ہوئے ہیں ۔

پہلا کیا ہے ! يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ " اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اسؑ سے محبت کریں گے "۔ پہلا تو یہ مع اللہ کا تعلق ہے ۔ اسی کا ایک مظہر ہے قیام اللیل ۔ ـ دوسرا وصف ہے أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ " اہل ایمان کے حق میں بہت نرم، کافروں کے حق میں بہت سخت "۔ یہ دونوں چیزیں تو وہی ہیں جو سورۂ فتح میں بایں الفاظ آئی ہیں : أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔ البتہ یہاں ترتیب بدلی ہوئی ہے ۔ اب آگے تیسرا وصف آ رہا ہے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ " وہ اپنی پوری قوتیں، ہمہ تن، ہمہ وجوہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے لگا دیں گے اور اس کام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت

سے بددل اور خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ اس سے کوئی تاثر نہیں لیں گے"۔ یہ ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی ہوتی ہے۔ اس طرح کہ میاں اپنے CAREER کی فکر کرو۔ کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو۔ اپنی اولاد کے متعلق سوچو، بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں۔ یا تمہیں کیا ہو گیا ہے! پاگل اور دیوانے ہو گئے ہو۔ بس ایک دھن تم پر سوار ہو گئی ہے۔ کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ ایک مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے۔ کہ شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو۔ صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لئے کھڑے ہو رہے ہو۔ ہم نے اپنے آباء و اجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف کودن تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین و قائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں! پھر ان کی سیادت و قیادت ہے، ان کا اثر و رسوخ ہے، ان کے ہاتھ میں قوت و طاقت ہے۔ ان کے مالی و معاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سر پھرے کیا تیر مار لو گے! ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے لگا رہے ہو۔ یہ ہے تیسرا وصف۔ جو لوگ یہ تینوں اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیں گے ان کے لئے آگے تیسری یعنی سورۂ مبارکہ کی چھپنویں [56] آیت کے آخر میں لفظ حِزْبُ اللّٰهِ آگیا ہے۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ جن لوگوں کے اندر یہ بیان کردہ اوصاف پیدا ہو جائیں وہ لوگ حزب اللہ بن جائیں گے، یہ وہ پارٹی بن جائیں گے، جن کی محبتیں بھی اپنے ہی دائرہ میں ہونگی۔ وہ اللہ سے، اس کے رسول ؐ سے اور اہلِ ایمان سے محبت کریں گے۔ اور ان کی جن سے مخاصمت ہو گی، مخالفت ہو گی، مجاہدہ ہوگا، مجادلہ و مقاتلہ ہوگا وہ بھی صرف اور صرف اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین الحق کی سربلندی کے لئے ہوگا۔ کوئی ذاتی غرض، کوئی ذاتی عداوت، کوئی ذاتی دشمنی، اس دنیا کا کوئی ذاتی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے لئے پہلی نوید تو وہ ہے جو چوّن [54] ویں آیت کے آخر میں آئی: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ جن لوگوں میں مطلوبہ اوصاف پیدا ہو جائیں تو یہ ان پر اللہ کا فضل ہے۔ وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔ انسان کی اس سے بڑی سعادت اور کون سی ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کے دین کے لئے جبکہ وہ غالب نہ ہو سرنگوں ہو۔ خود جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر، اس راہ کی مشکلات و موانع کا مواجہہ کر کے اللہ کے دین کی سربلندی

کے لئے اپنا تن من دھن لگاتا ہے۔ وہ نوعِ انسانی کو آخرت کے عذاب اور اللہ کے دین سے روگردانی کے باعث دنیا میں جو افراتفری اور فتنہ و فساد جاری رہتا ہے اس سے بچانے کے لئے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں، اپنے وسائل لگاتا ہے۔ اسے یہ توفیق بھی اللہ کے فضل سے ملتی ہے اور اللہ کا فضل غیر محدود ہے اور وہ تو ہی خوب جانتا ہے کہ اس کے فضل کا اہل اور مستحق کون سا بندہ ہے۔ دوسری بشارت یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے: فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ اللہ کا اس حزب اللہ سے وعدہ ہے کہ وہ غالب ہو کر رہے گی ــــ یہی بشارت اور یہی وعدہ سورۂ آلِ عمران میں بایں الفاظ فرمایا گیا: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ "اور نہ سست ہو نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔" سربلندی اور غلبہ کا وعدہ یہاں مشروط ہے حقیقی ایمان سے۔ قلبی یقین سے جس کا عملی مظہر ہے اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد ـــــ جیسا کہ سورۂ حجرات میں حقیقی ایمان کی تعریف میں فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ "مومنین تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، پھر شک میں نہ پڑے اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور ایسے لوگ ہی اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہیں۔" ایسے مومنین صادقین، ایسے سرفروشوں اور جاں نثاروں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے غلبہ اور سربلندی کا ـــــ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو وفا کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

حزب اللہ کو جو تربیت درکار ہے اس کے ہدف معیّن ہو گئے ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر کوئی خالص مادی اور دنیوی انقلاب پیشِ نظر ہے تو ایسی پارٹی کے کارکنوں کے لئے روحانی و اخلاقی تربیت کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں۔ ان کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قیام اللیل، تلاوتِ قرآن، تعلق مع اللہ اور مکارمِ اخلاق کی تلقین بے سود ہو گی۔ ان کے لئے مادی قسم کی تربیت اور ڈسپلن کا خوگر ہو جانا کفایت کرے گا۔ البتہ ان کے اندر قربانی کا جذبہ ضرور پیدا کرنا ہو گا۔ اگر یہ جذبہ نہ ہو تو کوئی مادی انقلاب بھی نہیں آتا ـــــ جب انسان تن من دھن دینے کے لئے آمادہ ہوئے تب ہی دنیا میں انقلابات آئے ہیں ورنہ کوئی انقلاب نہیں آ سکتا تھا۔ قربانی کا یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے جب انسان کو اس نظریہ، اس IDEOLOGY کے متعلق یہ یقین (CON-VICTION) حاصل ہو جائے کہ اس کو اختیار کرنے پر بحیثیت مجموعی بنی نوع انسان کی بھلائی

مضمر و منحصر ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب کے لئے صرف مجاہدانہ کردار درکار نہیں ہے۔ جہاں وہ مجاہدانہ کردار درکار ہے وہاں اس تربیت کو اقدمیت و اوّلیت حاصل ہے کہ ان کا تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط ترین ہو۔ اللہ کی رضا جوئی ہی ان کا مقصود و مطلوب ہو۔ اللہ ہی کے ساتھ ان کو شدید ترین محبت ہو: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ ان کے اندر جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوں گی۔ مجاہدانہ کردار اور تعلق مع اللہ۔ تب تک اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔

اب میں آپ کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کا جو نظام اختیار فرمایا، اس کے عناصرِ سہ گونہ کون سے ہیں! تربیتِ محمدیؐ کے تین ELIMENTS ہیں۔ جن کو جان لینے پر ہی اس تربیت کے نظام کے سمجھ لینے کا دار و مدار ہے ــــ سب سے پہلے تو یہ بات پیشِ نظر رکھئے کہ میں اب جو کچھ عرض کرنے والا ہوں وہ انقلابی تربیت سے متعلق ہے۔ خانقاہی تربیت کے متعلق بات نہیں ہو رہی۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ وہ اور ہے۔ اپنی جگہ وہ بالکل ٹھیک تھی۔ آج کے دور میں وہ خانقاہی تربیت نہیں بلکہ مجاہدانہ تربیت درکار ہے اگر آپ کو اسلامی انقلاب برپا کرنا ہے۔ اس مجاہدانہ تربیت کے لئے سب سے پہلی لازم چیز یہ ہے کہ جو شخص بھی اس میدان میں آئے اس کا اپنے اس انقلابی نظریہ کے ساتھ شعوری تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے۔ اگر کہیں شعور کی سطح سے نیچے اتر جائے گا۔ اپنی منزل یاد نہ رہے گی۔ اپنے انقلابی نظریہ کے ساتھ ذہنی تعلق کمزور ہو جائے گا تو وہ شخص مضمحل ہو جائے گا۔ پھر وہ انقلابی کام نہیں کر سکے گا۔ یہ ہے وہ مقصد جس کے حصول کے لئے قرآن مجید اور احادیثِ شریفہ پر جب آپ غور کریں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ سب سے زیادہ جو زور دیا گیا ہے وہ قرآن حکیم کی تلاوت پر ہے[1] نہایت نامساعد ماحول ہے اور اس میں مخالفت شدید ترین ہے۔ ان حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا دیا جا رہا ہے! سورہ عنکبوت کی پینتالیسویں اور اکیسویں پارے کی پہلی آیت میں وارد ہوا ہے: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاوت کرتے رہا کرو اس کتاب کی جو اللہ نے

---

[1] اس ضمن میں محترم ڈاکٹر صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا مطالعہ انشاء اللہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ (مرتّب)

آپؐ پر نازل کی ہے"۔۔۔۔ غور کیجئے کہ یہ حکم صرف حضورؐ کو نہیں ہے بلکہ آپؐ کی وساطت سے تمام اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر اس انقلاب کے لئے تمہیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے تو تمہارا شعوری اور ذہنی اور قلبی تعلق اس نظریہ کے ساتھ مضبوط ہونا چاہیئے۔ اگر وہ کمزور پڑ جائے گا تو اس جدوجہد کے لئے جو جذبہ درکار ہے وہ بھی مضمحل ہو جائے گا۔ آگے فرمایا "اور نماز کو قائم رکھو"۔ بلاشبہ نماز فحش اور برے کاموں سے روکنے والی چیز ہے۔ یہاں دو چیزیں جمع کر لیں قرآن اور نماز۔ اس لئے کہ نماز کا بھی جزوِ اعظم قرآن ہے۔ قرآن کا لبِّ لباب ہے سورۂ فاتحہ۔ نماز کی ہر رکعت میں اس کی تلاوت لازمی ہے۔ اس کے ذریعے سے توحید کے ساتھ ہمارے ذہنی رشتہ کی استواری اور ہمارے عہد کی تجدید ہوتی ہے۔ جب پڑھا جاتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٥ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٥ تو اس طرح ہر مسلمان توحید نظری یا توحید فی العقیدہ اور توحید عملی یعنی اللہ کی عبادت و استعانت ان دونوں کا ہر رکعت میں قول و قرار کا اعادہ کرتا ہے۔ محض فرض کی ادائیگی کے لئے غیر شعوری طور پر نماز میں کچھ پڑھ لیا جائے، یہ بات اور ہے لیکن اگر انقلابی تربیت والا نقشہ آپ دیکھیں گے تو اس میں اہم ترین چیز یہی تلاوتِ قرآن اور اقامتِ صلوٰۃ ہے ۔۔۔۔ قرآن اور صلوٰۃ کے باہمی ربط کو میں بعد میں مزید واضح کر دوں گا۔

۔۔۔ اسی طرح سورۂ کہف کے متعلق آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اس زمانے میں نازل ہوئی جبکہ مکہ میں قریش کی طرف سے حضورؐ کے قتل کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ یہ مکی دور کا آخری حصہ ہے۔ اس میں حضورؐ کو کیا حکم دیا جا رہا ہے! وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتٰبِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ٥ "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاوت کیا کرو اس کتاب کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور دیکھ لو کہ اس کتاب کے سوا تمہارے پاس کوئی اور سہارا اور کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ہے"۔ میں پھر عرض کروں گا کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ تمام اہلِ ایمان بھی اس حکم کے مخاطب ہیں کہ اس کتاب کے دامن میں پناہ لو۔ اس کتاب کے ساتھ جس کا تعلق جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی انقلابی نظریہ کے ساتھ اس کا شعوری و ذہنی اور قلبی تعلق مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔۔۔ میں نے آج کی گفتگو میں عرض کیا تھا کہ دوسرے انقلابات کے نظریے انسانوں کے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔ اسلامی انقلاب کا نظریہ وحی کے ذریعہ

سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا ہے ۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ قرآن سے تعلق، زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ قرآن کو پڑھنا نماز میں خصوصًا نماز فجر میں تہجد کے وقت اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۔ اس میں قرآن کی طویل قرأت ہو ۔ اسی لئے اس کا نام رکھا قرآن الفجر ۔ باقی نمازوں میں اتنی طویل قرأت نہیں ہوتی ۔ لیکن فجر کی نماز میں طویل قرأت مطلوب ہے وہ گویا قرآن پڑھنا ہے فجر کا اور جان لو کہ قرآن پڑھنا فجر کا مشہود ہے ۔ اس کی گواہی دی جاتی ہے ۔ اس موقع پر فرشتے سب سے زیادہ تعداد میں موجود ہوتے ہیں ۔ اس لئے کہ رات کے فرشتے بھی جن کی ڈیوٹی ختم ہو رہی ہوتی ہے اور دن کے فرشتے بھی جو آکر چارج لیتے ہیں، فجر کی نماز کے وقت دونوں جمع ہوتے ہیں ۔

لہٰذا ایک بات تو یہ نوٹ کیجئے کہ قرآن کو زیادہ سے زیادہ ٹھوک ٹھوک کر اپنے ذہن و قلب میں اتارنا، یہ درحقیقت تربیتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کے نظام کی سب سے اہم اور اوّلین شق ہے ۔ ذہن کی گتھیوں کو سلجھانے، آئینۂ قلب کو صیقل کرنے، ایک بندۂ مومن کے باطن کے نور کو اجاگر کرنے اور اس میں ایک ولولۂ تازہ اور جوشِ عمل پیدا کرنے کے لئے قرآن حکیم سے زیادہ مؤثر شے اور کوئی نہیں ہے : یہ کتاب مبین تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ "سیدھی راہ دکھانے والی اور یاد دہانی ہر اس بندے کے لئے جو اللہ کی طرف رجوع کرے" والی بن کر نازل ہوئی ہے ۔ میں پہلے بھی کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ اسی بات کو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے کہ ؎

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

یہ قرآن اگر کسی کے ذہن میں اتر جائے گا اور اس کے دل میں رچ بس جائے گا تو اس کے باطن میں ایک انقلاب برپا ہو جائے گا اور اس کی شخصیت بدل جائے گی ۔ اور جب اندر انقلاب آئے گا اور مستحکم ہوگا تو بالآخر یہ ایک عالمی انقلاب کو جنم دے سکتا ہے ۔ اور اس کا پیش خیمہ بن سکتا ہے ۔ پھر علامہ نے یہ بھی کہا کہ اپنے نفس کے ساتھ کشمکش کے لئے بھی اس قرآن سے زیادہ مؤثر شے اور کوئی نہیں ؎

کشتنِ ابلیس کارے مشکل است　　زانکہ او گم اندر اعماقِ دل است
خوشتر آں باشد مسلمانش کنی　　کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی ——!!

ابلیس کو قتل کر دینا آسان کام نہیں ہے ۔ اس لئے کہ وہ تو انسان کے دل میں جا کر

ڈیرا لگاتا ہے وہاں جاکر گھات لگاتا ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا : اِنَّ الشَّیْطٰنَ یجری مِنَ الْاِنسان مجری الدّم ۔ اب ظاہر بات ہے کہ جو زہر پورے جسم میں سرائت کر گیا ہو، اس کے لئے تریاق بھی وہ درکار ہے جو پورے وجود میں سرائت کر جائے اور تریاق صرف قرآن ہے۔ اس کو اپنے باطن میں اتار دو ۔ اس کو اتارنے کا عمل یہ ہے کہ ٹھوک ٹھوک کر اتار دو ۔ اسے بار بار پڑھو اسے HAMMER کر دو ۔ یہ نہیں کہ ایک بار پڑھا اور سمجھ لیا بلکہ اس کو پڑھتے رہو ۔ اس طریقہ سے یہ قرآن رفتہ رفتہ انسان کے وجود میں سرائت کرتا ہے ۔

تلاوتِ قرآن کا انقلابی نظریہ اور تربیتِ محمدیؐ کے ساتھ جو منطقی ربط و تعلق ہے ۔ اُسے میں نے واضح کر دیا ہے کہ انقلابی کارکن کے لئے اہم ترین بات یہ ہے کہ اس کا ذہنی و قلبی تعلق اپنے انقلابی نظریہ کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے ۔ یہ تعلق کمزور رہے گا تو انقلاب کے لئے قربانی کا جو جذبہ درکار ہے وہ بھی مضمحل رہے گا ۔ پہلی چیز یہ ہے اور قرآن چونکہ نظریہ ہے انقلابِ محمدیؐ کا صلّی اللہ علیہ وسلّم ۔ لہٰذا تربیتِ محمدیؐ کی پہلی شق ہے کہ اس قرآن کو مسلسل پیہم محنت کر کے انسانوں کے اندر اتارا جائے گا۔

دوسرا معاملہ کیا ہے ! نفس کی مخالفت ، اس سے کشاکش ۔ یہ نفس جسے ہم IDD یا LIBIDO بھی کہہ سکتے ہیں اس کے لئے قرآن کی اصطلاح "نفس امارہ" ہے ۔ یہی تو راستہ کی رکاوٹ بنتا ہے ۔ دنیا کی محبّت ہے ۔ مال کی محبّت ہے ۔ شہوت کے تقاضے ہیں ۔ اسی نوع کی خواہشاتِ نفس آدمی کا راستہ روکتی ہیں ۔ وہ جو جگرؔ نے کہا ؎

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں ۔۔۔ دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

انسان کو عافیت اور عیش و آرام درکار ہے ، انسان دولت چاہتا ہے ۔ شہرت چاہتا ہے اور یہ سارے حُبِّ مال ، حُبِّ جاہ ، حُبِّ دنیا اور علائقِ دنیا اور ساز و سامانِ دنیا کی محبت ۔ یہی تو رکاوٹ ہے ۔ ان سب کو جمع کر لیجئے تو یہ ہے آپ کا نفس ـــ اس نفس کی مخالفت کر دو ۔ یہ دوسری شق ہے تربیتِ محمدیؐ کی صلّی اللہ علیہ وسلّم ۔ اس کے لئے تین چیزیں ذہن میں رکھئے ۔ ہمارے دین میں جو عبادات کا نظام ہے ۔ اب ہم نے انہیں رسوم (Rituals) بنا لیا ہے ۔ یہ بات دوسری ہے ؎

رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالی نہ رہی ۔۔۔ فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

اب وہ صرف مراسمِ عبودیت بن کر رہ گئے ۔ یہ تو درحقیقت ہمارے انحطاط کا نتیجہ

ہے ۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ سمجھا جائے کہ تربیتِ محمدیؐ میں اس کی اصل غایت اور حقیقی مقام کیا ہے! نماز کی ایک غایت میں بیان کر چکا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۔ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ "نماز قائم کرو میری یاد کے لئے"۔ انسان اپنی دنیوی مصروفیات میں دن میں پانچ مرتبہ لگتے تا وقفہ وقفہ سے اسے یاد دہانی حاصل ہو کہ وہ کسی کا بندہ اور غلام ہے۔ وہ مختارِ کل نہیں ہے اسے اپنے روزمرہ کے معمولات بھی اسی اللہ کے احکام کے مطابق انجام دینے ہیں، جس کے ذکر یعنی یاد دہانی کے لئے وہ دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتا ہے ۔

روزہ رکھنے کی بھی ایک غایت ہے تاکہ نفس کے اندر جو بھوک کا تقاضا ہے، زبان چٹخارے مانگتی ہے ۔ شہوت کا جو تقاضا ہے، ان کا روزہ کے ذریعہ سے مقابلہ کرو ۔ حضور نے فرمایا یہ ڈھال ہے: اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ ۔ نفس کے حملوں سے روکنے والی چیز تمہارے پاس روزہ کی ڈھال ہے جو اللہ نے تمہارے لئے فرض عبادت کے طور پہ رکھی ہے ۔ سال میں رمضان کے مہینہ میں تو لازماً رکھو اور یہ تمام مسلمان رکھیں ۔ ایک اجتماعی ماحول بن جائے لیکن صرف اس پہ اکتفا نہ کرو، نفلی روزے رکھو، ہر مہینہ میں تین دن رکھنے کا اہتمام کرو اور اس روزے کے ذریعہ سے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرو ۔ تربیتِ محمدیؐ کی یہ دوسری شق نماز اور روزہ کو آپ دنیا کے MODE OF WORSHIP کے عمومی تصوّر سے بالکل علاحدہ کر یہ یقیناً بندگی اور اللہ کے سامنے عاجزی و تذلل کا ایک اظہار بھی ہے ۔ لیکن یہ چیزیں تربیتِ محمد علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کے وہ بنیادی امور ہیں جن کے ذریعہ ہی سے تربیت دی جاتی ہے ۔ انہی کے ذریعے سے انسان کی قوتِ ارادی کو تقویت حاصل ہو گی ۔ اس میں صلاحیت پیدا ہو گی کہ وہ نفس کے زور آور تقاضوں کا مقابلہ کر سکے گا ۔

اب زکوٰۃ کی مفروضہ عبادت پر غور فرمائیے ۔ آپ کو اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم ملے گا ۔ زکوٰۃ ادا کرو ۔ صدقات دو ۔ انفاق کرو ۔ خرچ کرو ۔ انسان کے دل میں سب سے بڑی جو نجاست پیوست ہو جاتی ہے وہ مال کی محبت ہے ۔ میں نے کئی بار بیان کیا ہے کہ بریک ہے ۔ جب تک گاڑی کا BRAKE نہیں کھلے گا آپ کتنا ہی ایکسی لیٹر دبائیں گے پھر پھڑا کر بند ہو جائے گا ۔ چونکہ بریک لگا ہوا ہے ۔ مال کی محبت کا بریک لگا ہوا ہے اس صحیح رُخ پر ایک مسلمان اور ایک مجاہد کا کردار پروان چڑھنا چاہیئے، وہ کبھی پروان

نہیں چڑھ سکتا۔ لہٰذا اسے دل سے کھرچ کھرچ کر نکالو۔ زکوٰۃ ہے، صدقاتِ واجبہ ہیں، صدقاتِ نافلہ ہیں۔ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں ان صورتوں میں خرچ کرو۔ یہ بات جان لیجئے کہ یہ لفظ زکوٰۃ تزکیہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پاک کرنا۔ صاف کر دینا، بریک کھول دینا۔ رکاوٹ کو دور کر دینا۔ تزکیہ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ایک مالی اپنے باغ میں دیکھتا ہے کہ جو پودے اس نے پھل دالے یا پھول والے لگائے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ خودرو گھاس اور جھاڑ جھنکاڑ اگ آیا ہے۔ اب یہ جھاڑ اور خودرو گھاس بھی زمین سے غذا لے رہی ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو وہ پوری غذا ان پودوں کو ملے ___ ہوا میں جو قوتِ نمو ہے یہ خودرو چیزیں اس کو بھی جذب کر رہی ہیں۔ یہ نہ ہوں تو یہ پوری قوت ان پودوں کو ملے گی جن کو وہ چاہتا ہے کہ پروان چڑھیں ___ وہ مالی کیا کرتا ہے! کھرپا ہاتھ میں لیتا ہے اور ان خودرو تمام چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اس عمل کا نام ہے عربی میں تزکیہ ___ انسان کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو اوصاف پروان چڑھیں، ان کی نشوونما اور ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے مال کی محبت، دنیا کی محبت۔ یہ نجاست ہے، یہ بریک ہے۔ اس کو دل سے نکالو گے، اس بریک کو کھولو گے تو جو صلاحیتیں بالقوہ تمہارے باطن میں موجود ہیں وہ پروان چڑھیں گی۔ تو تزکیہ کا عمل حقیقت میں یہ ہے، اسی لئے زکوٰۃ کا لفظ تزکیہ سے ماخوذ ہے۔ زکوٰۃ کا اصل مقصد کیا ہے! وہ ہے: اَلَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۝ "وہ جو اپنا مال دیتا ہے حصولِ تزکیہ کے لئے"۔ سورہ توبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے: خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا۔ "(اے نبی) ان مسلمانوں کے مالوں میں سے صدقات (زکوٰۃ) لیجئے تاکہ اس طرح آپ ان کو پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں"۔

ان امور کو سامنے رکھ کر تربیتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سہ گانہ پروگرام نوٹ کر لیجئے۔ نفس کی مخالفت روزے سے، نفس کی مخالفت اللہ کی راہ میں مال خرچ کر کے اور نفس کی مخالفت کا جو تیسرا پروگرام اقدمیت و اولیت رکھتا ہے اور جو تربیتِ محمدی کا اہم ترین نکتہ ہے وہ ہے رات کو جاگنا۔ یہ نیند بھی انسان کے نفس کا بہت بڑا تقاضا ہے۔ جہاں پیٹ کا بھرنا نفس کا تقاضا ہے، جہاں زبان کا چٹخارا نفس کا تقاضا ہے، جہاں شہوت کا جذبہ نفس کا تقاضا ہے وہاں نیند، آرام، استراحت بھی نفس کا ایک زوردار تقاضا ہے۔ لہٰذا نفس کی مخالفت میں سب سے زیادہ انسان کی قوتِ ارادی کو مضبوط کرنے والی شے کیا

ہے : اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۔ نفس کو کچلنے، نفس کی قوت کو توڑنے اور قابو میں رکھنے کے لئے سب سے مؤثر شے رات کا جاگنا ہے ۔

اب ان تمام چیزوں کو پیشِ نظر رکھیں پھر دیکھیں کہ کس طرح تربیت دسلوکِ محمدیؐ میں اس کو جمع کیا گیا ہے ! میں نے پہلی بات عرض کی تھی تلاوتِ قرآن اور صلوٰۃ ، دونوں مل کر نظریاتی طور پر اپنے مقصد اور اپنے فکر کو تازہ رکھنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں ۔ دوسری تین چیزیں میں نے عرض کیں وہ ہیں نفس کی مخالفت اور قوتِ ارادی کو تقویت دینے کے لئے ۔ روزے کے ذریعے سے نفس کے تقاضوں سے مقابلہ کرنے کی عادت پیدا کرو ۔ مال خرچ کرکے دل کی محبوب ترین چیز دل سے نکال کر نفس کی مخالفت کے لئے قوت پیدا کرو ۔ اور رات کو جاگنا نفس پر قابو پانے اور اس کی مخالفت کے لئے بہت مؤثر اور مفید ہے : اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیْلًاؕ ــــ اب دیکھئے یہ سب چیزیں جمع کر دی گئیں ان الفاظ میں جو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے گئے : یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُؕ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًاؕ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًاؕ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًاؕ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًاؕ " اے کپڑے میں لپٹنے والے، کھڑے رہو رات کو مگر تھوڑا ۔ آدھی رات یا اس میں سے کم کر تھوڑا سا یا زیادہ ہو اس پر اور اس میں قرآن پڑھا کر ٹھہر ٹھہر کر جیسا کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہوتا ہے ۔ ہم تم پر جلد ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں ۔ بڑی بھاری ذمہ داری آنے والی ہے " ۔ وہ بھاری ذمہ داری کیا تھی ! اگلی ہی سورت میں وہ آیات آگئیں : یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُؕ قُمْ فَاَنْذِرْؕ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْؕ وہ ذمہ داری تھی انذار اور تکبیرِ رب کی ذمہ داری ؎ وہ وسعتِ افلاک میں تکبیرِ ھُوَ اللہ ۔ یہ کام آپؐ کو کرنا ہے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اگرچہ نزولِ وحی سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانِ کامل تھے ۔ آپؐ کی شخصیت اور سیرت بے داغ تھی ۔ اس پر کوئی دھبہ نہیں تھا ۔ دشمنوں نے آپؐ کو الصادق اور الامین مانا ہے ۔ لیکن اس کے باوجود انذارِ آخرت اور تکبیرِ رب کے کام کے لئے مزید تربیت ضروری ہے اے نبی آپؐ خلقِ عظیم کا نمونہ ہیں : اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔ لیکن بایں ہمہ ہم آپؐ پر جو بارِ گراں ڈالنے والے ہیں ۔ یہ جو بھاری ذمہ داری آپؐ کے کاندھوں پر آنے والی ہے اس کے لئے ایک اضافی تربیت کی ضرورت ہے اور وہ ہے قیام اللیل ۔ اور اس میں کیا کیجئے : وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

اس قرآن کا آپؐ کے قلبِ مبارک پر نزول ہو۔ اسے ٹھہر ٹھہر کر، رُک رُک کر پڑھنا ہے۔ جیسے کہ ہتھوڑے کی چوٹ پڑتی ہے۔ ایک بار کی چوٹ سے بات نہیں بنتی بلکہ بار بار کی چوٹ مقصد کو پورا کرتی ہے۔ "کَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝" اسی طرح اتارا تاکہ ہم اس کے ذریعے سے آپؐ کے دل کو ثبات عطا فرمائیں۔ لہٰذا پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔" تاکہ یہ قرآن آپؐ کے قلب میں جاگزیں ہو جائے۔

میں پھر عرض کروں گا کہ یہ حکم اور یہ کام صرف حضورؐ کے لئے نہیں تھا۔ حضورؐ کے ساتھ آپؐ کی جو جماعت تیار ہو رہی ہے اس کے لئے بھی تھا۔ چنانچہ اسی سورہ مزمل کے دوسرے رکوع میں فرمادیا جو بعد میں نازل ہوا ہے: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ "اے نبی! ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپؐ بھی اور آپؐ کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی اسی طریقہ سے دو تہائی رات اور آدھی رات اور تہائی رات کے قریب اٹھتے ہیں اور کھڑے رہتے ہیں" مراد ہے وہ ترتیل قرآن کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جس کا حکم ابتداء میں صرف آپؐ کے لئے آیا تھا ـــــ یہ ہے تربیت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کا جامع ترین لائحہ عمل جس میں قرأتِ قرآن، صلوٰۃ اور رات کا جاگنا تین چیزیں جمع ہوگئیں۔ اور معلوم ہوا کہ یہ ہے سب سے مؤثر ترین شئے تربیتِ محمدیؐ میں ـ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام۔

اندازہ کیجئے کہ تین تہائی رات اور نصف تو بہت ہی زیادہ ہے لیکن ایک تہائی شب بھی کم نہیں ہے اگر سردیوں کی رات چودہ گھنٹوں اور گرمیوں کی رات نو گھنٹوں کی ہو تو بالترتیب قریباً ساڑھے چار اور تین گھنٹے تو لگائے جائیں گے تو جب کہیں جاکر کم از کم تقاضا پورا ہو گا ـــــ یہ تھا تربیتِ محمدیؐ کا قیام اللیل کا کم سے کم اور مکّی دور کا نصاب ـــــ مکی دور کے اواخر میں سورۂ بنی اسرائیل میں اس کا جو مستقل نصاب بیان ہوا ہے وہ ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ـــــ دن کے اوقات میں تو اے نبی آپؐ نماز پڑھتے ہی ہیں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ہے اور بعض رکعتوں میں قرآن کا دوسرا حصّہ بھی پڑھا جاتا ہے، اور نمازِ فجر تو گویا ہے قرآن الفجر۔ لیکن آپ کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ لہٰذا رات کا ایک حصّہ تو اس قرآن کے ساتھ لے کر جاگئے۔ یہ آپؐ کے لئے زائد ہے"۔ یہاں "فَتَهَجَّدْ بِهٖ" خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ قرآن کے ساتھ جاگنا ہے ـــــ آپؐ کی وساطت سے امّت خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو تکبیرِ رب، اقامتِ دین، اظہارِ دین الحق علی الدین کلّہ کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ یہ نفل مشقّت

قرآن جمع صلوٰۃ ہے۔ تاکہ حالتِ نماز میں قرآن حکیم کو اپنے قلب و ذہن میں اتارنے کا یہ مؤثر ترین طریقہ جاری و ساری رہے۔ رات کی تنہائیوں میں طویل قیام میں ترتیل کے ساتھ قرآن کی قرأت دل کے آئینہ کو جس طرح صیقل کرتی ہے اور اس سے قوتِ ارادی کو نمو حاصل ہوتی ہے اور اس سے روح کو جو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے اس سے لذت آشنا وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو یہ توفیق و سعادت ملتی ہے۔

تربیتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں ایک اہم ترین بات مزید نوٹ فرمایئے۔ نبی اکرمؐ کی تربیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ تربیت میدان کے لئے تربیت تھی۔ محض گوشے میں بٹھانے کی تربیت نہیں تھی۔ اس لئے کہ فوراً کشاکش یا عرفِ عام میں کشمکش شروع ہو جاتی تھی۔ جہاں کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ فوراً مار پٹائی شروع ہو جاتی تھی۔ اب یہ جو مار پڑ رہی ہے تو عملی تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ یہ ہے۔ اگر اس کو جھیلو گے تو تمہاری قوتِ ارادی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے گی۔ تمہارے اندر صبر و استقامت کے اوصافِ عالیہ ترقی پاتے چلے جائیں گے۔ اگر یہ کشمکش نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ تیرنے کی تربیت خشکی پر دیں اور بتائیں کہ تیرنے کے لئے یہ کرنا ہوتا ہے، وہ کرنا ہوتا ہے۔ سال بھر کی ٹریننگ سے بھی کوئی شخص تیراک نہیں بنے گا۔ اسی کو پانی میں اتار دیئے اور اسے بتایئے کہ تیرنے کیلئے اسے ہاتھ پاؤں اور پورے جسم کو کس طرح استعمال کرنا ہے تو وہ چند دنوں میں بلکہ اگر کوئی ذہین ہوا تو ایک دن میں تیراک بن جائے گا ـــــ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت خانقاہی نہیں ہے۔ گوشے میں بٹھا کر دی جانے والی تربیت نہیں ہے ـــ اور ایک بات اور سن لیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کہ لوگوں کو نکال کر کہیں اور لے جائیں۔ اور وہاں تربیت دیں بلکہ یہ کیا ہے کہ جو شخص جہاں ہے، وہاں تربیت پائے۔ اور وہ شخص وہیں کھڑے ہو کر کہے گا کہ میں ایک اللہ کو مانتا ہوں۔ میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ تسلیم کر چکا ہوں اور آپؐ کے نقشِ قدم اور آپؐ کی سنّت پر چلنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں آخرت کے محاسبہ کا یقین رکھتا ہوں۔ کشمکش شروع ہو جائے گی۔ اپنے گھر میں کشمکش ہو گی۔ اہل و عیال سے کشمکش ہو گی، رشتہ داروں سے کشمکش ہو گی۔ آپ ذرا کسی رسم کو چھوڑ کر دیکھیئے، آپ کی برادری آپ کا حقہ پانی بند کر دے گی۔ ذرا آپ زمانے کے جو چلن ہیں، جو رواج ہیں ان کو چھوڑ دیجئے، آپ کو یہ نظر آ جائے گا کہ آپ کے بچّوں کے لئے

رشتے نہیں ملیں گے۔ آپ کی بچیوں کے لئے کہیں سے پیغام نہیں آئیں گے۔ یہ ہے اصل میں تربیت۔ ماریں کھاکر صحابہ کرامؓ نے تربیت حاصل کی تھی۔ اس دورِ سعید اور ہمارے دور میں جو فرق ہے وہ پیشِ نظر رہنا ضروری ہے۔ وہاں شریعت نہیں تھی کلمہ طیبہ پڑھنے پہ مار پڑتی تھی جس نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ، ماریں پڑنا شروع ہوجاتی تھیں۔ یہاں تو کلمہ طیبہ کی ہزار دانے کی تسبیح لے کر بیٹھ جائیں اور اس پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہیں کوئی مخالفت نہیں ہوگی۔ آپ پر کوئی مار نہیں پڑے گی بلکہ آپ کے احترام و توقیر میں اضافہ ہوگا کہ یہ شخص بڑا اللہ والا ہے۔ آپ راتوں کو جاگئے، قرآن کی تلاوت کو معمولات میں شامل کیجئے۔ نفلی روزوں کا اہتمام کیجئے کوئی مار آپ پر نہیں پڑے گی بلکہ اگر لوگوں کے علم میں بھی یہ بات آجائے تو آپ کے تقویٰ اور تدیّن کی دھوم ہوگی۔ کشمکش جو شروع ہوگی تو وہ اس سے ہوگی کہ "میرے نزدیک از روئے شریعت یہ کام غلط ہے میں یہ نہیں کروں گا"۔ بس آپ نے جوں ہی یہ کیا وہیں کشمکش شروع ہوگئی۔ آج جو کشمکش ہے وہ شریعت پر عمل کرنے کی کشمکش ہے۔ اس مکی دور میں شریعت نہیں تھی، صرف کلمہ شہادت پہ مار پڑتی تھی۔ لیکن یہ کہ جب تک مار نہ پڑے کشمکش نہ ہو تربیت نہیں ہوتی۔ یہ بات اچھی طرح جان لیجئے۔ یہ تربیت خانقاہی تربیت ہے جس میں مار نہیں پڑتی۔ ایک شخص ایک گوشہ میں بیٹھا ہے اور اوراد و وظائف کی تسبیحات پڑھ رہا ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فائدہ ضرور ہوگا لیکن اس کا ہدف وہ نہیں ہے جو تربیت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کا ہے۔ وہ انقلابی تربیت نہیں ہوگی۔ وہ خانقاہی تربیت ہوگی۔ اچھا مسلمان وجود میں آئے گا۔ اسے روحانی ترفع حاصل ہوگا وہ نیک ہوگا، صالح ہوگا، نماز میں اس کا جی لگے گا۔ ذکر اللہ میں اسے لذّت حاصل ہوگی۔ یہ سب کچھ اسے حاصل ہوجائے گا لیکن وہ مردِ میدان کبھی نہیں بنے گا۔ باطل سے وہ پنجہ آزمائی کبھی نہیں کرسکے گا۔ باطل اور طاغوت کو وہ کبھی نہیں للکار سکے گا۔ جبکہ یہاں درکار ہیں وہ لوگ جو میدان میں آئیں، باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے چیلنج کریں۔ اس کے لئے ضرورت ہے اس تربیت کی جس میں ماریں پڑی ہوں، جس میں گھر والوں اور ماحول سے شدید کشمکش سے سابقہ پیش آیا ہو۔ میں اکبر الٰہ آبادی کا شعر پھر دہرا رہا ہوں کہ ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جان نثار فی الواقع آگ میں جلے تھے۔ حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا تھا۔ اب جو شخصیت اس طرح پک گئی، پختہ ہو گئی، جس نے صبر و مصابرت کا یہ مورچہ سر کر لیا وہ کیا میدان میں کبھی پیٹھ دکھادے گی اور مار کھا جائے گی! یہ ہے انقلابی تربیت۔ جس پر جب آپ عمل شروع کرتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ "یہ ہے میرا راستہ جس پر میں چلوں گا چاہے والدین کو ناپسند ہو، چاہے اہل ددھیال کو ناپسند ہو، چاہے رشتہ داروں کو ناپسند ہو"۔ وہ شخص جو رشوت لے رہا ہے اور گھر والے عیش کر رہے ہیں وہ آج طے کر کے دیکھے کہ میں رشوت نہیں لوں گا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے پہلی لڑائی گھر میں ہو گی۔ اس لئے کہ جو دو دو پراٹھے کھاتے تھے وہ جو ہمارے یہاں کی کہاوت ہے "دو دو اور چپڑی"، تو چپڑی نہیں پراٹھے۔ چپڑی میں تو اوپر گھی لگتا ہے، پراٹھے میں تو اندر بھی لگتا ہے تو جن کو دو دو پراٹھے ملتے تھے، اگر ان کو سوکھی روٹی پر گزارا کرنا پڑے تو سب سے پہلے دشمن گھر والے ہوں گے۔ جب تک اس قسم کی کشمکش در کشمکش نہیں ہوتی، اس وقت تک وہ تربیت نہیں ہو گی جو اسلامی انقلاب کے لئے درکار ہے۔ آپ کسی شخص کو باہر بھیج دیجئے یا ساتھ لے جائیے، اب وہ اپنے ماحول سے نکل گیا۔ وہ دوسرے شہروں میں یا دوسرے ملکوں میں چلا گیا۔ چالیس دن کا چلّہ اس نے پورا کر لیا۔ لیکن ہوتا کیا ہے! وہ وہاں جاتا ہے جہاں اسے کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ یہ شخص رشوت لیتا ہے کہ نہیں لیتا۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ یہ اگر صنعت کار یا تاجر ہے تو سودی کاروبار کرتا ہے کہ نہیں کرتا۔ وہ تو اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو گئے۔ دین کی تبلیغ کے لئے اتنی دور چل کر آ گئے۔ لہٰذا ان کے لئے تو وہاں پذیرائی ہی پذیرائی ہو گی۔ وہاں کوئی نہیں جانتا کہ اس کا کردار کیا ہے؟ لیکن جہاں آپ رہتے ہیں، وہاں دین کی دعوت دے کر دیکھئے۔ اب لوگ آئینہ لے کر سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے 'میاں ہم سے یہ کہتے ہو جبکہ تمہارے دامن پر یہ داغ دھبے ہیں ___ تم ہمارے سامنے دین پر وعظ کہتے ہو در آں حالیکہ تم رشوت لیتے ہو۔ تم اپنے کاروبار، اپنی فیکٹری اپنے امپورٹ ایکسپورٹ کے لئے بنک سے سود پر سرمایہ لیتے ہو۔ سود ادا کرتے ہو'۔ یہ تربیت ہے اصل تربیت جو اپنے مقام اور اپنے ماحول میں ہوتی ہے جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فرمائی۔

یہ ہیں تربیتِ محمدیؐ کے تین زرّین اصول۔ پہلا یہ کہ اپنے اس انقلابی نظریہ کے ساتھ اپنا شعوری ذہنی و قلبی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر رہے۔ اس میں تعطّل و جمود پیدا نہ ہونے پائے۔ یہ ہے تلاوتِ قرآن اور اقامتِ صلوٰۃ۔ دوسرا نفس کی مخالفت۔ اس سے درحقیقت قوتِ ارادی کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے سہ گونہ پروگرام ہے۔ فرض روزوں کے ساتھ نفلی روزے زیادہ سے زیادہ رکھو۔ زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات زیادہ سے زیادہ دو۔ اللہ کے دین کے لئے زیادہ سے زیادہ انفاق کرو اور راتوں کو جاگو: اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۝ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ رات کے جاگنے کے پروگرام کو سورۂ مزّمل کی ابتدائی چار آیات میں جمع کر دیا گیا اور پھر اس صلوٰۃ و تلاوت کے پروگرام کا خلاصہ سورہ بنی اسرائیل میں بایں الفاظ آگیا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ——— اور تیسرا ہے کشمکش و تصادم ——— یہ تصادم اس دور میں شریعت پر عمل کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ اس دور میں یہ ہوا تھا محض کلمہ توحید و رسالت ادا کرنے پر۔ چونکہ ابھی شریعت تھی ہی نہیں۔ ابھی شراب، قمار اور سود کی حرمت تھی ہی نہیں۔ ابھی ستر و حجاب کے احکام آئے ہی نہیں تھے۔ گویا ابھی شریعت کے تفصیلی احکام تھے ہی نہیں لیکن جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں، اس میں کلمۂ طیبہ پڑھنے سے تصادم شروع نہیں ہوتا۔ مار پڑے گی اور تصادم ہوگا بشرطیکہ شریعت پر عمل کیا جائے گا۔ اور اپنے گھر اور اپنے قریب ترین ماحول پر رہ کر عمل کیا جائے گا۔ تاکہ لوگوں کو یہ نظر آئے کہ یہ شخص شریعت پر عمل کر رہا ہے۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کی سیرت و کردار کے اندر کوئی بڑے بڑے خلا نہیں ہیں اور جو کچھ یہ کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی کر رہا ہے۔ یہ ہیں تربیتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عناصرِ ثلاثہ ———

اب انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں اس موضوع کا جو اہم ترین حصہ ہے یعنی تصادم اور تصادم کے مراحل سیرتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کس ترتیب سے نظر آتے ہیں۔ اس پر میری گفتگو ہوگی ——— ان شاء اللہ العزیز!

بَارَکَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَنَفَعَنِیْ وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا یؤمن احدکم

حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

رشید جیولری ہاؤس لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۱۱۴۴۰ — ۳۰۴۳۳۳ — ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائیٹر: اے وحید

مسئلہ رجم، چند اشکالات اور انکے جوابات، (۳)

امام دار الہجرہ امام الائمہ مالک بن انس رحؒ

(۹۳ھ تا ۱۷۹ھ)

— مولانا سید حامد میاں (مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور) —

[ربطِ مضمون قائم رکھنے کے لئے اس سلسلے کی پہلی دو اقساط کا مطالعہ مفید رہے گا جو بالترتیب جنوری اور فروری ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ (ادارہ)]

امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ کے بعد دنیا میں وجود میں آنے والے مسلّمہ امام، امام مالک رحؒ ہیں۔ ان کی مختصر کتاب موطا میں، کتاب الحدود میں پہلا بیان رجم ہی کے متعلق ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر انہ قال جاءت	
الیھود الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکروا	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی آئے انہوں نے آپ
لہ ان رجلا منھم وامراۃ زنیا فقال لھم رسول اللہ	سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے ان
صلی اللہ علیہ وسلم ما تجدون فی التوراۃ فی	سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رجم کے بارے
شأن الرجم فقالوا نفضحھم ویجلدون فقال عبد اللہ بن	میں توراۃ میں کیا حکم موجود پاتے ہو کہنے لگے کہ ہم توانہیں رسوا کر دیتے ہیں اور ان کے کوڑے لگا دیئے جاتے
سلام کذبتم ان فیھا الرجم فأتوا بالتوراۃ	ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سلام نے
فاتلوھا فنشروھا فوضع احدھم یدہ علی اٰیۃ الرجم	کہا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ توراۃ میں رجم کے حکم کی آیت موجود ہے۔

فقرأ ما قبلها وما بعدها فقال له عبد الله بن سلام ارفع يدك فرفع يده فاذا فيها اية الرجم فقالوا صدق يا محمد ان فيها اية الرجم فامر بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجما قال عبد الله بن عمر فرأيت الرجل يحنى على المرأة يقيها الحجارة قال مالك معنى يحنى عليها يكب حتى يقع الحجارة عليه۔

تورات لاکر پڑھو، انہوں نے توراۃ لاکر کھولی تو ایک پڑھنے والے شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ لیا اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارت پڑھ دی اس سے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ تو (یہاں سے) اپنا ہاتھ اٹھا تو (وہیں) دیکھا کہ آیت رجم موجود تھی۔ کہنے لگا کہ اے محمد! عبداللہ بن سلام نے ٹھیک کہا ہے اس میں رجم کے حکم کی آیت موجود ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو سنگسار کردینے کا حکم فرمایا اور انہیں سنگسار کردیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ عورت پر جھکتا تھا اور اسکو پتھر لگنے سے بچاتا تھا۔

(٢) مالك عن يحيى بن سعيد عن بن المسيب ان رجلا من اسلم جاء الى ابي بكر الصديق فقال له ان الاخر زنى فقال له ابو بكر هل ذكرت هذا لاحد غيري فقال لا فقال له ابو بكر فتب الى الله واستتر بستر الله فان الله يقبل التوبة

اسلمی قبیلے کے ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اس تباہ حال نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اس سے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس بات کا ذکر میرے سوا کسی سے کیا ہے۔ انہوں نے کہا

ے مسئلہ: اگر ایسے گناہ کی کسی کو خبر نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے یہ پردہ رکھا ہے۔ ایسی صورت میں اسے کسی کو اپنا گناہ نہ بتلانا چاہیئے۔ بس خداوند کریم کے آگے گڑگڑا کر توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔

عن عبادة فلم تقرر لا نفسه
حتى اتى عمر بن الخطاب فقال
له مثل ما قال لابي بكر
فقال له عمر مثل ما قال
له ابو بكر قال فلم تقرره
نفسه حتى اتى رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقال له ان
الآخر زنى قال سعيد فاعرض
عنه رسول الله صلى الله
عليه وسلم ثلث مرات كل
ذلك يعرض عنه رسول الله
صلى الله عليه وسلم حتى اذا
اكثر عليه بعث رسول الله
صلى الله عليه وسلم الى اهله
فقال هل يشتكي ءابه جنة
فقالوا يا رسول الله والله
انه الصحيح فقال له
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ابكر ام ثيب فقال بل
ثيب يا رسول الله فامر به
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ترجمہ -

نہیں ابوبکر رضنے فرمایا کہ اللہ سے توبہ
کرو اللہ نے تمہارے گناہ پر جو پردہ
دکھا ہے اس سے اپنے آپکو ڈھانپے
رکھو - کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
کی توبہ قبول فرماتا ہے - لیکن انہیں
ان کے دل نے چین نہ لینے دیا حتیٰ کہ
وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس
آئے اور جیسی گفتگو ابوبکر رضی اللہ
عنہ سے کی تھی وہی گفت وشنید
حضرت عمر سے بھی ہوئی - سعید بن
المسیب نے فرمایا کہ پھر انہیں ان کے
دل نے چین نہ لینے دیا حتیٰ کہ وہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے - آپ سے عرض کیا کہ
اُخِر نے زنا کا ارتکاب کیا ہے -
حضرت سعید نے فرمایا کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے
رُخ پھیر لیا تین دفعہ ایسے ہی کیا -
ہر دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان
سے رُخ پھیرتے رہے حتیٰ کہ جب
انہوں نے زیادہ ہی کہا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر آدمی
بھیجا دریافت فرمایا کہ کیا انہیں کوئی دماغی شکایت ہے ؟ کیا انہیں جنون
کا اثر ہے ؟ گھر والوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے سچے رسول کوئی ایسی بات
نہیں ہے خدا کی قسم وہ صحیح العقل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
سے دریافت فرمایا کہ یہ غیر شادی شدہ ہیں یا شادی شدہ ہیں انہوں نے

کہا کہ شادی شدہ ہیں تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رجم کا حکم دیا تو رجم کر دیا گیا۔

(۳) مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب انه قال بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لرجل من اسلم يقال له هزال يا هزال لو سترته بردائك لكان خيرا لك قال يحيى بن سعيد فحدثت بهذا الحديث في مجلس فيه يزيد بن نعيم بن هزال الاسلمي فقال يزيد هزال جدي وهذا الحديث حق۔

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اسلمی صحابی سے فرمایا جنہیں ہزال کہا جاتا تھا کہ اے ہزال! اگر تم اسے (ماعز) کو اپنی چادر سے چھپا لیتے تو یقیناً یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا یحیی بن سعید نے کہا یہ حدیث ایسی مجلس میں سنائی گئی جس میں نعیم بن ہزال اسلمی موجود تھے تو یزید نے کہا کہ ہزال میرے دادا ہیں اور ان کے بارے میں یہ حدیث بالکل درست ہے۔

(۴) مالك عن ابن شهاب انه اخبره ان رجلا اعترف على نفسه بالزنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وشهد على نفسه اربع مرات فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجم۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ: ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے بارے میں زنا کا اقرار کیا اور اس نے اپنے بارے میں چار دفعہ گواہی دی اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کر دینے کا حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔

قال ابن شهاب فمن اجل ذلك

ابن شہاب نے فرمایا کہ اسی لئے

مسئلہ: اگر کسی کو کسی شخص کے بارے میں ایسے گناہ کا پتہ چلے تو اسے چھپاتے ہی رکھنا چاہیئے۔ اور چھپانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

يوخذ الرجل باعترافه على نفسه -

یہ قانون ہو گیا کہ آدمی کو اپنے بارے میں اعتراف کرنے پر اس سے مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔

(۵) مالك عن يعقوب بن زيد بن طلحة عن ابيه عن عبد الله بن مليكة انه اخبره ان امرأة جاءت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته انها زنت وهي حامل - فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم اذهبي حتى تضعي فلما وضعته جاءته فقال اذهبي حتى ترضعيه فلما ارضعته جاءته فقال اذهبي فاستودعيه قال فاستودعته ثم جاءت فامر بها فرجمت -

موطأ امام مالك ص ۶۸۳ وص ۶۸۴

حضرت عبداللہ بن ملیکہ نے بیان فرمایا کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بتلایا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور وہ حاملہ تھی - اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ حتّٰی کہ بچّہ کی ولادت ہو - جب بچہ پیدا ہو گیا تو وہ پھر حاضر ہوئی اب کی دفعہ فرمایا کہ جاؤ حتّٰی کہ اس کے دودھ پینے کی مدت پوری ہو - جب اس نے رضاعت کی مدت پوری کر لی تو حاضر ہوئی ارشاد فرمایا کہ جاؤ اسے کسی کے سپرد کر آؤ انہوں نے بتلایا کہ اس نے بچہ کسی کے سپرد کیا پھر آئی تب آپ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا تو اسے رجم کر دیا گیا۔

(۶) مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن مسعود عن ابي هريرة وزيد بن خالد الجهني انهما اخبراه ان رجلين اختصما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال احدهما

حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ دو آدمی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لائے ایک نے کہا اے رسول اللہ ہمارے مابین کتاب

يارسول الله اقض بيننا
بكتاب الله وقال الآخر
وهو افقههما اجل يارسول
الله فاقض بيننا بكتاب الله
وائذن لي ان اتكلم قال
تكلم فقال ان ابني كان
عسيفا على هذا فزنى
بامرأته فاخبروني ان
على ابني الرجم فافتديت
منه بمائة شاة وبجارية
لي ثم اني سألت اهل العلم
فاخبروني ان على ابني
جلد مائةٍ وتغريب عام
وانما الرجم على امرأته فقال
رسول الله صلے الله عليه وسلم
اما والذي نفسي بيده
لاقضين بينكما بكتاب
الله اما غنمك وجاريتك
فرد عليك وجلد ابنهٗ مائةً
وغربه عاما وامر انيس
الاسلمي ان يأتي امرأة الآخر
فان اعترفت رجمها قال
فاعترفت فرجمها۔

اللہ سے فیصلہ فرما دیجئے اور دوسرے
نے جو ان دونوں میں زیادہ سمجھدار
تھا کہا جی ہاں اے رسول خدا ہمارے
مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ
فرما دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے
کہ میں بات عرض کروں ارشاد فرمایا
کہ بات کرو تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا
اسکے یہاں اجرت پر کام کرتا تھا تو
اس نے اسکی بیوی سے زنا کیا
تو مجھے لوگوں نے بتلایا کہ میرے بیٹے
پر رجم کی سزا جاری کی جائے گی میں
نے اس حد سے بچانے کے لئے ایک
سو بکریاں اور اپنی ایک باندی اس
کے عوض فدیہ میں دیں۔ پھر میں
نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں
نے یہ بتلایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے
اور ایک سال جلا وطنی آتی ہے اور
رجم اسکی بیوی پر آتا ہے۔ جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا قسم اس ذات کی جس کے
قبضہ میں میری جان ہے میں یقیناً
تمہارے مابین کتاب اللہ سے فیصلہ
دوں گا۔ تیری بکریاں اور باندی
تو تو ہی واپس لے لے اس کے بیٹے کے سو کوڑے لگوائے اور اسے ایک
سال کے لئے جلا وطن کیا اور اُنَیس اَسلمی سے فرمایا کہ دوسرے شخص
کی عورت کے پاس جائیں (اس سے دریافت کریں) اگر وہ اعتراف کرے

تو اسے رجم کردیں اس نے اعتراف کر لیا تو اسے رجم کر دیا ۔

قال مالك والعسيف الأجير

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عسیف اجیر کو کہتے ہیں ۔

(۷) مالك عن سهيل ابن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة ان سعد بن عبادة قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم ارأيت لو اني وجدت مع امرأتي رجلا امهله حتى آتي باربعة شهداء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم ۔

حضرت سعد بن عبادۃ (جو سردار قوم تھے) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو کیا اسے اس حالت میں چھوڑ کر چار گواہ لاؤں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " ہاں "

یعنی اگر گواہ نہ ملیں گے تو عورت پر حد رجم نہ جاری کی جائے گی ۔ بلکہ یا تو شوہر اسے طلاق دیدے یا قاضی کے یہاں دعوے کرے تو ایسی صورت میں لعان کرایا جائے گا۔

(۸) مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن عبد الله بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول الرجم في كتاب الله حق على من زنى من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت عليه البينة او كان الحبل او الاعتراف ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے ۔ کہ وہ فرماتے ہیں: رجم کتاب اللہ میں حق ہے یہ اس پر جاری ہوگا جو زنا کا ارتکاب کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ محصن (شادی شدہ) ہو جب گواہ گواہی دیں یا حمل پایا جائے یا ان میں سے

کوئی خود اعتراف کرے۔

(۹) مالک عن یحیی بن سعید
عن سلیمان بن یسار عن
ابی واقد اللیثی ان عمر
بن الخطاب اتاه رجل وهو
بالشام فذكر له انه وجد
مع امرأته رجلا فبعث
عمر بن الخطاب ابا واقد
اللیثی الی المرأة یسالها
عن ذلك فاتاها وعندها
نسوة حولها فذكر لها
الذی قال زوجها لعمر
بن الخطاب واخبرها انها
لا تؤخذ بقوله وجعل
یلقنها اشباه ذلك فابت ان تنزع
وتمت علی الاعتراف [illegible]
عمر فرجمت۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
شام تشریف لے گئے تو ایک شخص
آیا اس نے آپ سے ذکر کیا کہ اس
نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو
دیکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے ابو واقد اللیثی کو عورت کے
پاس بھیجا کہ اس واقعہ کے بارے
میں اس سے حال دریافت کریں وہ
وہاں پہنچے تو اس عورت کے گرد اور
عورتیں بھی تھیں انہوں نے اس کے
شوہر کی بات جو اس نے حضرت عمرؓ
سے کہی تھی نقل کی اور اسے یہ بتلا دیا
کہ اس سے (محض) اس کے شوہر
کے کہنے پر گرفت نہیں کی جائے گی۔
اسی طرح کی اور باتیں وہ اس سے
اس لئے کرتے رہے کہ وہ اعتراف زنا سے رجوع کر لے لیکن وہ اقرار
زنا پر ہی مکمل طرح جمی رہی آخر کار حضرت عمرؓ نے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔

(۱۰) مالک عن یحیی بن سعید عن
سعید بن المسیب قال لما
صدر عمر بن الخطاب من
منی اناخ بالابطح ثم كوم
كومة بطحاء ثم طرح
علیها رداءه فاستلقی ثم

حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے
بعد منی سے واپس ہوئے تو انہوں
نے ابطح نامی میدان میں پڑاؤ ڈالا
پھر انہوں نے ایک ریت اور پتھروں

مد يديه الى السماء فقال
اللّٰهم كبرت سني وضعفت
قوتي وانتشرت رعيتي
فاقبضني اليك غير مضيع
ولامفرط ثم قدم المدينة
فخطب الناس ثم قال ايها الناس
قد سنت لكم السنن وفرضت
لكم الفرائض وتركتم
على الواضحة الا ان تضلوا
بالناس يمينا وشمالا وضرب
باحدى يديه على الاخرى
ثم قال اياكم ان تهلكوا
عن اية الرجم ان يقول
قائل لانجد حدين في كتاب
الله فقد رجم رسول الله
صلى الله عليه وسلم ورجمنا
والذي نفسي بيده لولا
ان يقول الناس زاد عمر في
كتاب الله لكتبتها الشيخ
والشيخة اذا زنيا فارجموهما
البتة فانا قد قرأناها قال
يحيى بن سعيد قال سعيد
بن المسيب فما انسلخ ذوالحجة
حتى قتل عمر بن الخطاب
رحمه الله - قال مالك :

کے ، ڈھیر کو درست طرح بنایا پھر
اس پر اپنی چادر ڈالکر لیٹ گئے پھر
آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھاکر
دُعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں
کبیر السن ہوگیا ہوں اور میری قوت
کمزور ہوگئی ہے میری رعایا پھیل
گئی ہے (رعایا میں انتشار ہے) -
مجھے اپنے پاس بلالے نہ میں (لوگوں
کی شرارت سے) - ضائع ہوں نہ
(ان پر) زیادتی کروں - پھر مدینہ منورہ
آئے تو خطبہ ارشاد فرمایا! آپ نے
اس بیان میں پھر یہ بھی فرمایا کہ اے
لوگو! تمہارے لئے سنتیں مقرر کی
گئی ہیں اور فرائض بھی مقرر کئے
گئے ہیں - اور تمہیں واضح (صاف
اور کھلے) راستہ پر چلتا چھوڑا گیا
ہے سوائے اس کے کہ تم اور لوگوں
کی وجہ سے دائیں بائیں چل کر گمراہ
ہونے لگو - یہ فرماتے وقت آپ نے
اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا -
پھر فرمایا کہ دیکھو آیت رجم کے بارے
میں بچتے رہنا کہیں اس مسئلہ میں
ہلاکت میں نہ پڑ جانا - کہ کہیں
کوئی کہے کہ کتاب اللہ میں ہمیں
(ایک حد یعنی کوڑے تو ملتے ہیں

قوله الشيخ والشيخة
يعني الثيب والثيبة فارجموها
البتة ۔

دوسری حد رجم) دو حدیں ہم اس
میں نہیں پاتے کیونکہ بلاشبہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد رجم
جاری فرمائی ہے اور ہم نے بھی رجم کیا ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اس آیت کو قرآن میں لکھ دیتا کہ شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو ۔ کیونکہ ہم نے اسے آیت قرآنی کی صورت میں پڑھا ہے ۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ذوالحجہ نہ گذرنے پایا تھا کہ حضرت عمر شہید کر دیئے گئے ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الشیخ اور الشیخہ سے مراد شادی شدہ ہیں کہ انہیں ضرور رجم کر دو ۔

قرآن پاک کی منسوخ التلاوت آیات بعد میں بھی وہ صحابہ پڑھتے ہی رہے ہیں جنہیں ان کے منسوخ ہونے کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں نہیں ہو سکا ۔ یہ آیت بھی ایسی ہی ہے جسے پڑھا جاتا رہا ہے : اس کے بارے میں روایات آئیں گی ۔

(۱۱) مالك انه بلغه ان عثمان
بن عفان اتي بامرأة قد
ولدت في ستة اشهر
فامر بها ان ترجم فقال له
علي بن ابي طالب ليس ذلك
عليها فان الله يقول في كتابه
وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا
وقال وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ
اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ
لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا
گیا جسکے چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو گیا تھا
آپنے اسے رجم کر دینے کا حکم دیا ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ (کو علم ہوا)
انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
سے عرض کیا کہ اس عورت پر رجم لازم
نہیں آتا ۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن
پاک میں ارشاد فرمایا ہے : کہ اس کا
حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ ہیں ۔

فالحمل يكون ستة اشهر فلا رجم عليها فبعث عثمان فى اثرها فوجدها قد رجمت -	۲) اور ارشاد فرمایا: کہ مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جو شیرخوارگی کی مدت پوری کرنے کا ارادہ کرے۔
موطا امام مالك	(ان دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ بچے کی
۲۸۶ ص	پیدائش چھ ماہ میں ہوجائے اور

دودھ پلانے کی مدت دوسال ہو اس طرح تیس ماہ میں دونوں باتیں جمع ہوجائیں لہذا انہوں نے کہا کہ حمل چھ ماہ کا (بھی) ہوتا ہے۔ اسلئے اس عورت پر رجم لازم نہیں آتا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسکے پیچھے آدمی بھیجا وہ پہنچا تو اسے رجم شدہ پایا۔

یہاں تک جو روایات مؤطا امام مالک رحمہ اللہ سے اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کی تائیدی روایات مصنف ابن ابی شیبۃ سے لکھی جا رہی ہیں! ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ کا تعارف آگے آرہا ہے — ابن ابی شیبۃ رح عبدالرزاق رح، ابوداؤد طیالسی رح اور مسند احمد رح کی روایات اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ یہ کتابیں عام طور پر میسر نہیں ہیں یکجا ہوجانے سے سہولت ہوگی اسی لئے مع سند لکھی جا رہی ہیں

حدثنا ابو بكر قال حدثنا ابن عيينة عن الزهرى عن عبيد الله عن بن عباس قال قال عمر قد خشيت ان يطول بالناس زمان حتى يقول القائل ما نجد الرجم فى كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزلها الله الا وان الرجم حق اذا احصن الرجل او قامت البينة او كان حمل او اعتراف وقد قرأتها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده - قيل لسفيان رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم - قال نعم -

المصنف لابن ابى شيبة ج ۳ ص ۸۳۳

حدثنا ابوبکر قال حدثنا یزید بن ھارون قال اخبرنا داؤد عن سعید بن المسیب عن عمر قال رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رجم ابوبکر و رجمت انا -

ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۳ ۸

حدثنا ابوبکر قال حدثنا ابن ادریس عن اشعث عن علی بن زید عن یوسف بن مہران عن ابن عباس قال قال عمر الرجم حد من حدود اللہ فلا تخدعوا عنہ و ذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجم و رجم ابوبکر و رجمت انا - ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳ ۸

مالکی مسلک کی معتبر ترین کتاب المدونۃ الکبریٰ میں فقہ مالکی کے مسائل جمع کئے گئے ہیں - اس میں رجم کے حد ہونے کا کتاب الحدود میں متعدد جگہ ذکر ہے اس کے علاوہ ایک حصہ خالصۃ "کتاب الرجم کے عنوان سے لکھا گیا ہے اس میں ہے کہ سحنون نے ابن القاسم سے - (جو کہ امام مالکؒ کے براہ راست شاگرد اور ان کے حامل مسلک تھے) دریافت کیا

قلت ھل یجتمع الجلد و الرجم فی الزنا علی الثیب فی قول مالک قال لا یجتمع علیہ و الثیب حدہ الرجم بغیر جلد والبکر حدہ الجلد بغیر رجم بذالک مضت السنۃ - المدونۃ الکبری الجزء الخامس عشر - ج ۶ ص ۲۳۶	کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ثیب (شادی شدہ) پر حد کوڑے اور رجم جمع ہوں گے انہوں نے فرمایا کہ اس پر دو چیزیں جمع نہ ہوں گی اور ثیب کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے اور کنوارے کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے یہی طریقہ چلا آرہا ہے -

●●●●●●●●●●● (جاری ہے)

ایگل

ایک
عالمگیر
قلم!

ہر
جگہ
دستیاب
ہے

A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS & CO. LTD.

AFC-8/74 • Crescent

سیرتِ نبوی کے ضمن میں دو عظیم تحفے

ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور و امیر تنظیم اسلامی
کے دروس و تقاریر کے دو مجموعے — اعلیٰ دبیز کاغذ پر خوشنما طباعت کے ساتھ

رسولِ کامل

یعنی پاکستان ٹی وی سے نشر شدہ ۱۲ تقاریر کا مجموعہ اور

فرائضِ دینی اور اسوۂ رسول

سورۂ احزاب رکوع ۲، ۳ کی روشنی میں

وقت کے اہم نازک اور زیر بحث موضوع

اسلام میں عورت کا مقام

پر

ڈاکٹر اسرار احمد

کا مدلل و مفصل خطاب

کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

جس میں اس خطاب کے علاوہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف "نقوشِ اقبال" سے ماخوذ

عورت اقبال کے کلام میں

نیز اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا ماہنامہ آنچل کراچی میں
شائع شدہ انٹرویو اور روزنامہ جنگ لاہور فورم میں بات چیت بھی شامل ہے

عمدہ آفسٹ پیپر — اعلیٰ طباعت — صفحات ۱۲۰

قیمت —— فی نسخہ ڈیڑھ روپے ۔ علاوہ محصول ڈاک

—— ملنے کا پتہ ——

(۱) مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۔ ۳۶ ۔ کے ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور
(۲) مکتبہ تنظیم اسلامی ۔ نمبر ۳ داؤد منزل نزد آرام باغ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سانیو

SANYO

AIRCONDITIONERS REFRIGERATORS & FREEZERS

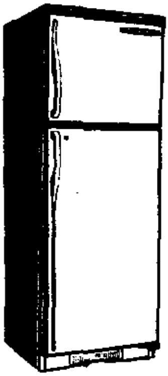

NO-FROST REFRIGERATORS

with exclusive features

- Two door with built-in lock.
- Spacious freezer compartment with drainage system, a new feature.
- Indicator pilot light on front door.
- In 4 pleasing colours (Green, Gold, Almond and White).
- One Year free service and 5 Years Guarantee on Compressor.

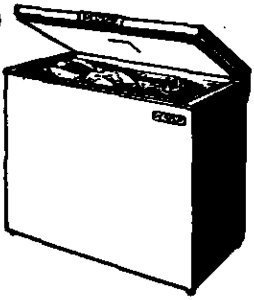

CHEST/UPRIGHT FREEZERS

AIR-CONDITIONERS

new in utility
with higher efficiency

Capacity: 1½ Ton, 18000 BTU/h
Noiseless Operation.
Trouble Free Service. Auto Deflector (Swing System).
Brown Teak Wood finish Grill.

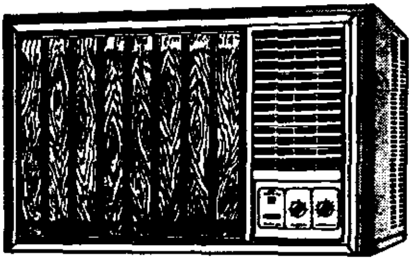

Available at all SANYO Authorised Dealers

MANUFACTURED/ASSEMBLED IN PAKISTAN

SPECIAL ATTENTION: Please ensure that you get your Worldwide Trading Company's *5 year Guarantee Certificate* in order to avail free after Sales Service.

SOLE AGENTS IN PAKISTAN FOR ALL SANYO PRODUCTS

WORLDWIDE TRADING CO.

(SANYO CENTRE)
GARDEN ROAD, SADDAR, KARACHI.
CABLE: "WORLDBEST" TELEX: 25109 WWTCO PK

Phones : 725602
726821

786/WW-109/83

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کے حلقۂ احباب کی خدمت میں ایک گذارش!

ملت کے تین غم خوار وجاں نثار ساتھی: ۱۔ مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، ۲۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ ۳۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ ــــــــــ حضرت شیخ الہندؒ کے شب چراغ مولانا سید انور شاہ صاحبؒ نے اِن اصحاب ثلاثہ کو ملتِ ہند وپاک وبنگلہ و عالم اسلام اور انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کر کے عطا فرمائے تھے

انگریز کے آخری دور پھر تقسیم ملک کے ہولناک، تباہ کن دور میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مجاہدِ ملت سے جو کام کرایا اور جن حالات میں! اس کی مثالیں عالمِ اسلام میں بہت کم ہیں ــــ یہ دونوں رفیق ان کے آخری سانس تک اور ان کے بعد (یعنی مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ کے بعد) اپنے آخری سانس تک ملت کی غم خواری اور آبیاری میں ڈوبے رہے۔

مفتی صاحب کی وفات کے بعد اکبر آبادی صاحب سے جی چاہتا تھا کہ تینوں کی کہانی لکھیں۔ کچھ شروع بھی کر دی تھی لیکن یہ بھی بہت جلد اپنے دونوں محبوب ساتھیوں سے جا ملے۔ اس عریضے کے ذریعے تعلق والوں سے درخواست کرتا ہوں جو اس کے اہل ہیں، کہ ان پر لکھیں۔ ندوۃ المصنفین دہلی اب ان کی عظیم یادگار ہے۔ خدا اسے سرسبز وشاداب رکھے۔ رسالہ "برہان" کا جو مفتی نمبر نکلنے والا تھا اب وہ تینوں کا نمبر ہونا چاہیئے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دام مجدہم کے پرانے چراغوں میں بھی ان حضرات کو ہونا چاہیئے، ان کے تعلق و خدمت کا یہ حق ہے

والسلام

خادم، آفتاب فریدی،

فریدی بلڈنگ، سنبھلی گیٹ مراد آباد۔۲۱

(بجاست)

ناظمین صلوٰۃ اور مسلمانوں سے استدعاء

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دنیا میں اس وقت توحید و سنت کے ماننے والوں کی تعداد ان گنت ہے۔ مگر اس پر عمل کرنے والے بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ اور وہ بھی جو جہاں ہے اکیلا ہے۔ اور دوسروں سے کٹ کر رہ گیا ہے۔ اور ان میں اتحاد و تعاون اور کوئی رابطہ نہیں۔ بہت سے تو بے عملی۔ بدعت۔ شرک۔ غیر اللہ کی اطاعت و پوجا۔ فحاشی۔ بے حیائی۔ رشوت خوری۔ بد دیانتی۔ ذاتی خواہشات۔ رسومات اور مصیبتوں کے تند و تیز طوفانوں میں گھر کر ان کی نذر ہو چکے ہیں۔ اور جو قلیل تعداد راسخ العقیدہ لوگوں کی ان برائیوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ وہ خود جماعتوں۔ گروہوں مذہبی فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار ہو کر طاغوتی قوتوں کی آلہ کار بنی ہوئی ہے۔ اور جس دین کی داعی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے احکام سے منحرف ہوتی ہوئی مزاحم قوتوں کے آگے سرنگوں ہوتی جارہی ہے۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو وقت زیادہ دور نہیں جب ان باقی ماندہ توحید و سنت کے ماننے والوں کے لیے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا محال ہو جائے گا اور یہ خطہ ارضی فسق و فجور کی آماجگاہ بن جائے گا۔

قبل اس کے کہ مدت مہلت ختم ہو۔ حالات کا دھارا آپکو اپنے ساتھ بہالے جائے۔ آپ اللہ کی پوری کتاب اور سنتِ رسُول کو اپنی زندگی کا جزء بنالیں۔ اپنے ہر عمل کے شروع ہونے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ آپ کا عمل کب کیسے۔ کس طرح اور کن حدود و قیود کے اندر ہونا چاہیئے۔ اگر اپنے تمام معاملات میں قرآن و حدیث سے راہ نمائی اور رشد و ہدایت حاصل کریں اس خود سپردگی کے بعد آپ اللہ کی کتاب اور سنتِ رسُول کی مکمل پیروی کرنے والوں کا ساتھ دے کر دین کی سربلندی۔ خلافت ارضی کے حصول اور دنیا کو امن و آشتی کا پیغام دیں تو وہ دن دور نہیں جب آپ منزلِ مراد سے ہم کنار ہو جائیں گے۔ اس کے بغیر آپ کے ایمان و یقین اور آخرت میں جواب دہی کا احساس نامکمل اور ادھورا رہے گا اور آپ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارے میں رہینگے۔

اگر آپ کو قرآن و سنت کی تعلیمات پر اور آخرت کی سزا و جزا پر یقین محکم ہے۔ تو پھر گروہی اور طبقاتی اختلافات کو ترک کر اپنے اختلافی مسائل اور خیالات فاسدہ کی ترویج و اشاعت اور ان کی اطاعت کے اصرار کی بجائے اپنے آپ کو اللہ کے بندوں سے منسلک کر کے اللہ اس

کے رسُول اور دین کے دشمنوں سے دست بردار ہوکر اللہ کی کتاب اور سنت رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپکو قعر ذلت سے نکال کر آپ کو تمکن فی الارض عطا کرے اور آخرت میں بھی اپنے انعام وکرام سے نوازے۔ ہمیں چاہیئے کہ بحیثیت مسلمان ہم اپنا ایمان۔ اللہ۔ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے فرشتوں۔ اِس کی کتابوں۔ اور رسولوں، روزِ آخرت اور اچھائی اور بُرائی کے من جانب اللہ ہونے اور روزِ قیامت دوبارہ زندہ ہوکر اپنے تمام افعال و کردار کے حساب دینے پر پختہ یقین رکھیں پھر اِس دعوت کو عزیز واقربا پر۔ رفقاء کار۔ ملنے جُلنے والوں اور خلقِ خدا کو پہنچائیں تاکہ دنیا سے ظلم و جور ختم ہو اور عدل وانصاف قائم ہو۔ عدل و انصاف تو صرف وہی ہے جو خدا اور رسُول کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو۔ اور جو بات مقرر کردہ حدود سے باہر ہو وہ تو ظلم وزیادتی اور عدوان ہے۔ ہمارے گرد وپیش میں پھیلے ہوئے آثارِ قدیمہ وہ نشانِ عبرت ہیں جو ہمارے اندر یقین محکم پیدا کر سکتے ہیں۔ گردش لیل ونہار اور موسمی تغیرات پر اگر آپ تدبر اور غور وفکر کریں تو نہ صرف آپکا یقین محکم ہو جائے گا بلکہ آپ کے ہاتھ وہ دلیلیں آ جائیں گی جو آپ کی اصلاح اور فلاح وکامرانی کی ضامن ہونگی۔

اگر آپ اپنی فلاح چاہتے ہیں تو پھر آپ قرآن وسنت کی تعلیمات پر توجہ دیں علم حاصل کریں اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ بغیر عمل کے آپ کی تعلیم اور علم نامکمل اور ادھورا رہے گا۔ ہر اُس کام کو اختیار کریں۔ جس کے کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسُول نے دیا ہے۔ اور ان کاموں سے بچیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ جس بات پر خود عمل کریں اس پر اپنے خویش واقربا۔ بیوی بچوں کو راغب کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ سربراہ خاندان کی حیثیت سے آپ سے اِن کے بارے بھی پرسش ہوگی۔ اپنے اہل محلہ سے جو لوگ آپ سے اللہ اور رسُولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ سے تعاون کرنے پر آمادہ ہوں۔ اِن سے مل کر اپنی بستی میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنی بات پہنچائیں اللہ اور رسُول کے احکام کو سکھانے اور ان پر عمل کرنے میں مدد کریں۔ اپنے رفقاء کار اور کاروبار میں بھی خدا اور رسُول کی پیروی کریں تاکہ آپ حلال کی کمائی حاصل کر کے خود کو اپنے اہل وعیال کو حرام کمائی سے بچائیں کیونکہ حرام کمائی سے آپ کے تمام اعمال اور عبادات اکارت جاتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ خالص دین کی دعوت سے کچھ لوگ خدا کے بندوں کو راہِ خدا پر چلنے سے ڈراتے ہیں اور روکتے ہیں۔ اِن کے ہر اچھے عمل میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان کی بداعمالیوں پر اس وقت تک صبر واستقامت سے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا نہ کر دے۔ جن سے وہ اپنے شر کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں اور یہ زمین فساد سے خالی نہ ہو جائے۔

آپ کے صدق دل سے اللہ اور رسُول کی اطاعت پر رضامندی کے بعد ہی اتحاد و تعاون کی راہوں کو فروغ ملے گا اور پھر خدا اور رسُول کے ماننے والے اس قابل ہو سکیں گے کہ ظلمتوں سے نوعِ انسانی کو نکال کر صراطِ مستقیم پر گامزن کر سکیں۔ آگے بڑھیے اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے امید رکھیں کہ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑے گا۔ اور اس کی مدد ہر جگہ ہر حال میں آپ کے ساتھ ہو گی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۚ

" اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے "

دعا گو۔ مہتاب الدین مغل۔ کراچی

بقیہ: الھدیٰ

ہے۔ اگر ہم اس میں سے کچھ مال اسؐ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں تو وہ ہماری حوصلہ افزائی کے لئے اسے اپنے ذمہ قرض سے تعبیر فرماتا ہے۔

حضرات! اس نشست کے اختتام پر ایک مرتبہ پھر ہمیں صمیم قلب اور حضور قلب کے ساتھ اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں ایمان کا حقیقی نور عطا فرما دے تاکہ ہماری سیرتوں میں، ہمارے کردار میں، ہماری شخصیتوں میں ایمان کے ثمرات، ایمان کے مضمرات پورے طور پر جلوہ گر ہوں اور ہم تیرے صاحب ایمان بندے کہلانے کے مستحق ہو سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

Coca-Cola
Coca-Cola is it!
TRADE MARK REGD.
"COCA-COLA"
THE COCA-COLA
paragon

Adarts HRA-1/85

ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا
ممتاز ادارہ

ایچ نظام دین
اینڈ سنز

مرکزی دفتر
محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

طالبانِ علمِ قرآن کے لیے خوشخبری

دورہ ترجمۂ قرآن کے کیسٹ

موجودہ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)

نے ہر چار رکعتوں سے قبل ان میں پڑھے جانے والے حصۂ قرآن کا ترجمہ اور آیات اور سورتوں کا باہمی ربط بیان فرمایا جسے ۶۰-C کے ۸۳ جاپانی و پاکستانی کیسٹوں میں محفوظ کر لیا گیا۔ جنکی قیمت علی الترتیب /۲۰۰۰ اور /۱۳۰۰ روپے ہے۔ خواہشمند حضرات اپنے آرڈر جلد بک کروائیں۔

نشر القرآن کیسٹ سیریز ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

ضرورتِ رشتہ

ایک ۲۵ سالہ میٹرک پاس، اُمور خانہ داری سے واقف قبول صورت دوشیزہ کیلئے تنظیم اسلامی یا تحریک اسلامی سے وابستہ یا دلچسپی رکھنے والے رجوع کریں۔ لڑکی کا تعلق سوات سے ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ تفصیلات کے لیے بکس نمبر ۳۰۳ قرآن اکیڈمی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ

ایک اور اعزاز

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گزشتہ سالوں کی طرح ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران بھی ہماری بہترین برآمدی کارکردگی اور وطن عزیز کے لیے کثیر زرمبادلہ کمانے پر فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی جانب سے ہم ایک بار پھر

بہترین برآمدی کارکردگی کی ٹرافی

کے مستحق قرار پائے

یہ ٹرافی جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے ایک پُر وقار تقریب میں اپنے ہاتھوں سے ہمیں عطا فرمائی۔

ہمیں خیمے۔ ترپالیں اور کینوس کی دیگر مصنوعات کے سب سے بڑے برآمدکنندگان ہونے کا بجاطور پر شرف حاصل ہے۔

حاجی شیخ نور الدین اینڈ سنز لمیٹڈ

SNDS

پاکستان میں کینوس مصنوعات کے سب سے بڑے برآمدکنندگان

ہیڈ آفس: حفیظ چیمبرز ۸۵۰۔ شاہراہ قائد اعظم، لاہور ا پاکستان)

فون: ۳۰۶۴۶۸ - ۳۰۵۴۶۹ ، تار: شاہی خیمہ ٹیلکس: 44543 NOOR PK

ایکسپورٹ آفس: ۶۱۶-۶۱۴ کامرس سینٹر، چھٹی منزل، حسرت موہانی روڈ۔ کراچی ا پاکستان)

فون: ۲۱۳۵۴۰ - ۲۱۴۳۸۷ ، تار: 'TARPAULIN' ٹیلکس: 25480 NOOR PK

MONTHLY MEESAQ LAHORE

Vol. 34 | JULY 1985 | No. 7

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

5-C, 5th FLOOR, SIDCO EVENUE CENTRE
264-R. A. LINES, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.

TELEFHONE : 870512 880731